Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Tarjuma tul Quran
Class 11

Surah Al-Baqarah

Printed Notes

FBISE

Follow Our Socials

studybeesofficial

studybeesofficialpak

studybeesofficialpak

پرچہ ترجمۂ قرآنِ مجید برائے گیارہویں جماعت کاخاکہ

حصہ اول۔ معروضی سوالات (MCQs) (10نمبر)

- شاملِ نصاب چار (04) سورتوں کے تعارف اور شانِ نزول پر مبنی آٹھ معروضی سوالات (MCQs) حصہ اول میں شامل ہوں گے۔
- **گیارہویں** جماعت کے لیے مختص سورتوں میں سے منتخب کردہ اسی (80) الفاظ پر مبنی دو معروضی سوالات (MCQs) حصہ اول میں شامل ہوں گے۔

حصہ دوم۔ مختصر جواب والے سوالات (SRQs) (24نمبر)

(الف): شاملِ نصاب سورتوں کے تعارف اور شانِ نزول پر مبنی پانچ مختصر جواب والے سوالات (SRQs) حصہ دوم میں پوچھے جائیں گے۔ ہر سوال دو نمبروں پر مشتمل ہوگا۔ (5x2=10)

(ب) : شاملِ نصاب سورتوں میں سے منتخب کردہ اسی (80) الفاظ پر مبنی پانچ الفاظ کے معانی حصہ دوم میں پوچھے جائیں گے۔ (1x5=5)

(ج): شاملِ نصاب سورتوں کی آیات اور ان کے ترجمہ کے مفہوم پر مبنی تین تین نمبر کے تین سوالات حصہ دوم میں دیے جائیں گے۔ (3x3=9)

حصہ سوم۔ تفصیلی جواب والے سوالات (ERQs) (16نمبر)

شاملِ نصاب سورتوں میں موجود تعلیمات کے فہم اور ان تعلیمات پر عمل کرنے کے دنیاوی واخروی فوائد اور ان پر عمل سے گریز کے نقصانات پر مبنی منتخب مضامین میں سے دو تفصیلی سوالات حصہ سوم میں دیے جائیں گے۔ ہر سوال کے آٹھ (8) نمبر ہوں گے۔ (8x2=16)

Studybeesofficial

سورۃ البقرہ کے منتخب مضامین

1۔ تین گروہ (متقین، کفار، منافقین) صفات وعلامات

2۔ قصہ تخلیق آدم علیہ السلام

3۔ بنی اسرائیل پر انعامات

4۔ ذبیحہ بقرہ

5۔ تعمیر کعبہ

6۔ تحویل قبلہ

7۔ عبادات (روزہ، حج وعمرہ)

8۔ عائلی زندگی (نکاح، مہر، ایلاء، طلاق، رضاعت وعدت) کے احکام

9۔ حرمت ربوٰ

10۔ انفاق فی سبیل اللہ

11۔ احکام قرض (آیت "الدین" کی روشنی میں)

برائے گیارہویں جماعت
تدریس ترجمۃ القرآن نوٹس
مرتب کردہ: آسیہ نورین صابر

سورۃ البقرہ کے منتخب الفاظ معانی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
هدًى	ھدایت	الْمُتَّقِيْنَ	پرہیز گار	لَا تَشْتَرُوْا	مت بیچو	الْمُفْلِحُوْنَ	فلاح پانے والے
سَوَآءٌ	برابر	غِشَاوَةٌ	پردہ	النَّاسُ	لوگ	الْمُفْسِدُوْنَ	فساد کرنے والے
الْمُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے	اَنْذَرْتَ	آپ نے ڈرایا	خَتَمَ	اس نے مہر لگادی	زَادَ	اس نے زیادہ کر دیا
خَلَوْا	وہ اکیلے ہوئے	رَبِحَتْ	فائدہ مند / نفع بخش	اسْتَوْقَدَ	اس نے بھڑکائی	اَضَآءَ	اس نے روشن کیا
اَظْلَمَ	اندھیرا ہوا	قَامُوْا	وہ کھڑے ہوئے	يُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ کرتے ہیں	يُوْقِنُوْنَ	وہ یقین رکھتے ہیں
يَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں / وہ یقین رکھتے ہیں۔	لَاتَقْتُلُوْا	تم قتل نہ کرو	يَخْدَعُوْنَ	وہ دھوکہ دیتے ہیں	يَشْعُرُوْنَ	وہ سمجھتے ہیں
يَسْتَهْزِئُ	وہ مذاق کرتا ہے	يَمُدُّ	وہ ڈھیل دیتا ہے	نرىٰ	ہم دیکھتے ہیں / ہم دیکھ لیں گے	اٰمَنُوْا	ایمان لے آو
اعْبُدُوْ	تم عبادت کرتے ہو	يَفْسُقُوْنَ	وہ نافرمانی کرتے ہیں	ادْعُوْا	پکارو	اذْكُرُوْا	تم ذکر کرو
بَقَرَةٌ	گائے	يُعْلِنُوْنَ	وہ ظاہر کرتے ہیں	فانصرنا	پس ہماری مدد کرو		

studybeeofficial

برائے گیارہویں جماعت
تدریس ترجمۃ القرآن نوٹس
مرتب کردہ: آسیہ نورین صابر

سورۃ البقرہ

تعارف، شان نزول، وجہ نزول، مضامین، فضائل و فوائد

1۔ بنیادی تعارف (Introduction)

سورہ البقرہ قرآن مجید کی **سب سے بڑی سورت** ہے۔ اس میں **286 آیات** اور **40 رکوع** ہیں۔۔یہ سورت ہجرتِ مدینہ کے بعد بتدریج نازل ہوئی اور ایک اسلامی ریاست کی فکری، اخلاقی اور قانونی بنیادیں فراہم کیں۔ اس میں ایمان کے بنیادی اصول، بنی اسرائیل کے واقعات سے عبرت، انفرادی اور خاندانی قوانین، سود کی حرمت، جہاد، روزے اور حج کے احکام اور معاشرتی نظام کی وضاحت کی گئی ہے

2۔ مشہور آیات اور ان کے خاص نام (Famous Verses & Names)

سورہ البقرہ میں کئی ایسی آیات ہیں جو اپنے خاص موضوعات کی وجہ سے منفرد ناموں سے پہچانی جاتی ہیں:

- **آیت الکرسی (آیت:255)** : اسے **"سیدۃ القرآن "** (قرآن کی آیات کی سردار) کہا جاتا ہے۔ اس میں اللہ کی توحید اور عظمت کا بیان ہے۔
- **آیتِ مُداینہ (آیت:282)** : یہ قرآن کی **سب سے طویل آیت** ہے، جس میں قرض کے لین دین کو لکھنے اور گواہ بنانے کے احکام ہیں۔
- **آیتِ تحویلِ قبلہ (آیت:144)** : اس میں مسلمانوں کو بیت المقدس کے بجائے **خانہ کعبہ** کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔
- **آیتِ بِر (آیت:177)** : اسے **"نیکی کی جامع آیت "** کہا جاتا ہے، جس میں ایمان اور عملِ صالح کی مکمل تعریف بیان کی گئی ہے۔
- **آیاتِ صیام (آیات:183-185)** : ان آیات میں **روزوں کی فرضیت** اور رمضان المبارک کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔
- **آیاتِ ربا (آیات:275-279)** : ان میں **سود کی قطعی حرمت** بیان کی گئی ہے اور اسے اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ قرار دیا گیا ہے۔
- **آیتِ استرجاع** ("رجع "رجوع) **(آیت:156)** : یہ صبر کی آیت ہے جس میں "انّا للہ وانّا الیہ راجعون "کے الفاظ شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کلمے کی تلاوت پر بہترین نعم البدل (بدلے) کی خوشخبری دی ہے

3۔ سورہ البقرہ کے اہم مضامین (Key Themes)

اس سورت میں انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے رہنمائی موجود ہے:

1. **بنی اسرائیل کا ذکر** : ان کے عبرت ناک واقعات کے ذریعے مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے۔
2. **خاندانی قوانین** : نکاح، طلاق، عدت اور رضاعت کے تفصیلی مسائل۔
3. **عبادات** : نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور عمرہ کے احکامات۔
4. **معاشرتی و معاشی نظام** : یتیموں کے حقوق، وصیت، قصاص اور تجارت کے اصول۔

4۔ فضائلِ سورہ البقرہ (Virtues in Hadith)

سورہ البقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل اور عظیم الشان سورت ہے، جس کے فضائل کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کثرت سے ارشادات فرمائے ہیں۔ ذیل میں مستند احادیث کی روشنی میں سورہ البقرہ کے فضائل درج ذیل ہیں:

برکت کا حصول اور حسرت سے نجات

نبی کریم ﷺ نے اس سورت کی تلاوت کو برکت اور اسے چھوڑنے کو پچھتاوا قرار دیا ہے۔

Studybeeofficial

- حدیثِ مبارکہ " :تم سورہ البقرہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے، اور باطل پرست (جادوگر) اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ "مستند حوالہ : صحیح مسلم، حدیث نمبر:1874] 804

شیطان کا گھر سے فرار

جس گھر میں اس سورت کی تلاوت کی جاتی ہے، وہاں شیطانی اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

حدیثِ مبارکہ " :اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورہ البقرہ پڑھی جاتی ہے۔"

مستند حوالہ : صحیح مسلم، حدیث نمبر:1821[780] / جامع ترمذی، حدیث نمبر:2877

قیامت کے دن بادل بن کر سایہ کرنا

سورہ البقرہ اور سورہ آلِ عمران قیامت کی تپتی دھوپ میں اپنے پڑھنے والے کا دفاع کریں گی۔

- حدیثِ مبارکہ " :تم دو چمکتی ہوئی سورتیں البقرہ اور آلِ عمران پڑھا کرو، کیونکہ قیامت کے دن وہ اس طرح آئیں گی جیسے وہ دو بادل ہوں یا پرندوں کی دو قطاریں ہوں، وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے (اللہ کے سامنے) جھگڑا (دفاع) کریں گی۔"

مستند حوالہ : صحیح مسلم، حدیث نمبر:1874

جادو کے اثرات کا خاتمہ

اس سورت میں جادو کے توڑ کی عظیم قوت موجود ہے، خاص طور پر جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

حدیثِ مبارکہ " :سورہ البقرہ پڑھا کرو... جادوگر اس پر قابو نہیں پا سکتے۔"(یعنی جادو ان پر اثر نہیں کرتا جو اسے پڑھتے ہیں)۔

مستند حوالہ: صحیح مسلم، حدیث نمبر:804

قرآن کا کوہان (سنام القرآن)

ہر چیز کی ایک بلندی ہوتی ہے اور قرآن کی بلندی سورہ البقرہ ہے۔

حدیثِ مبارکہ " :بے شک ہر چیز کی ایک چوٹی (بلندی) ہوتی ہے اور قرآن کی چوٹی سورہ البقرہ ہے۔"

مستند حوالہ :جامع ترمذی، حدیث نمبر:2878 / مستدرک حاکم

6. مخصوص آیات کے فضائل

الف) آیت الکرسی (آیت:255)

یہ قرآن کی عظیم ترین آیت ہے۔" جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے، اسے جنت میں داخل ہونے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔) "سنن نسائی، حدیث نمبر:9928

ب) آخری دو آیات (آیات:285–286)

" :جس نے رات کے وقت سورہ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں، وہ اسے (ہر آفت اور شر سے) بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔) " صحیح بخاری، حدیث نمبر:5009 / صحیح مسلم:808

وجہ نزول کی چند مثالیں

(1)1) قبلہ کی تبدیلی

ابتدا میں مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ہجرت کے تقریباً سولہ یا سترہ ماہ بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ کو قبلہ مقرر کر دیا گیا۔ یہ حکم مسلمانوں کی الگ پہچان اور حضرت ابراہیمؑ کی ملت کی تجدید کی علامت تھا۔

(2) روزے کی فرضیت (آیات 183–187)

Studybeesoffical

مدینہ کے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے لیے رمضان کے روزے فرض کیے گئے تاکہ تقویٰ اور ضبطِ نفس پیدا ہو اور امت ایک مشترکہ عبادت کے ذریعے اللہ کے قریب ہو۔

(3) سود کی حرمت (آیات 275–279)

سود کو صریح حرام قرار دیا گیا کیونکہ یہ ظلم اور ناانصافی کا ذریعہ ہے۔ ان آیات نے اسلامی معیشت کی بنیاد عدل اور انصاف پر رکھی۔

(4) قرض نویسی کا حکم (آیت 282)

ادھار اور مالی معاملات کو تحریر کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ جھگڑوں اور ناانصافی سے بچا جا سکے۔ یہ قرآن کی سب سے بڑی آیت ہے جو شفافیت اور انصاف کا منشور ہے۔

(5) قصاص اور عدل (آیت 178)

قتل کے مقدمات میں قصاص کا اصول نازل ہوا تاکہ جان کی حرمت قائم رہے اور معاشرے میں عدل اور امن قائم ہو۔ ساتھ ہی معافی اور دیت کے دروازے بھی کھولے گئے۔

(6) حج و عمرہ کے احکام (آیت 196)

ملتِ ابراہیمی کے شعائر کو زندہ رکھنے کے لیے حج اور عمرہ کے مکمل احکام دیے گئے۔

اہم مضامین

سورۃ البقرہ کے اہم موضوعات یہ ہیں:

- ایمان باللہ، رسالت اور آخرت پر زور۔
- بنی اسرائیل کی تاریخ اور ان کی نافرمانیوں سے سبق۔
- عبادات کے احکام: نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔
- خاندانی مسائل: نکاح، طلاق، عدت، رضاعت وغیرہ۔
- معیشت: سود کی ممانعت، تجارت اور قرض کے اصول۔
- اجتماعی عدل: قصاص، جہاد اور صبر۔
- آخری دو آیات میں دعا اور ایمان کا مکمل خلاصہ۔

سورۃُ البقرہ مدنی عہد کی "دستوری سورت" ہے: اس میں عقیدہ و عبادت، اخلاق و ریاست، خاندان و معیشت سب ایک مربوط نظام کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اس کے مضامین انسان کو عبدِ صالح اور معاشرے کو عادل و پُرامن بنانے کی سمت رہنمائی دیتے ہیں، اور اس کی تلاوت گھروں، دلوں اور اعمال میں برکت و حفاظت کا سبب بنتی ہے

نوٹ: جواب میں شامل آیات صرف یاددہانی کے لیے درج کی گئی ہیں تاکہ آپ موضوع کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اس کی روشنی میں امتحانی سوالات تیار کر سکیں۔ ان آیات کو عموماً یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ براہ کرم صرف ترجمے اور تشریح پر توجہ دیں۔

Studybeesofficial

1- تین گروہ (مومنین، کافرین اور منافقین) صفات و علامات

سوال: سورۃ البقرہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے: مومنین، کافرین اور منافقین۔ ان کی علامات اور خصلتیں بیان کیجیے۔

جواب: سورۃ البقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تین بڑے گروہوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ ہدایت کس کے لیے ہے اور گمراہی میں کون ہے۔ تاکہ ہدایت کے طلبگار حقیقت کو پہچان سکیں۔ یہ تین گروہ ہیں:

1. **مؤمنین (ایمان والے)**
2. **کافرین (انکار کرنے والے)**
3. **منافقین (دورُخا چہرہ رکھنے والے)**

ان تینوں گروہوں کا ذکر نہایت حکمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مومنین کی علامات

سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات (2 تا 5) میں ان کی نمایاں خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

ترجمہ: "وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں، اور جو آپ پر اور آپ سے پہلے نازل کی گئی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔"

- **ایمان بالغیب:** سب سے پہلے ان کی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ **غیب پر ایمان رکھتے ہیں**۔ یعنی اللہ، فرشتے، قیامت اور دیگر غیبی حقائق پر یقین رکھتے ہیں۔
- **نماز قائم کرنا:** وہ **نماز قائم کرتے ہیں**، یعنی عبادات کو پابندی اور اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔
- **انفاق فی سبیل اللہ:** وہ اللہ کی راہ میں **انفاق کرتے ہیں**، یعنی اپنے مال کو خیر اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔
- **ایمان بالوحی:** ہ قرآن کے ساتھ ساتھ سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔
- **ایمان بالآخرۃ:** ان کے دلوں میں آخرت کے دن پر پختہ یقین ہوتا ہے۔

یہی صفات انہیں حقیقی کامیابی اور دائمی ہدایت تک پہنچاتی ہیں۔

کافرین کی علامات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کا ذکر کیا ہے (البقرہ: 6-7):

ترجمہ: "بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

- **حق کے انکار پر اصرار:** ان کے بارے میں کہا گیا کہ ان پر ایمان کی دعوت بے اثر ہے، چاہے انہیں ڈرایا جائے یا نہ ڈرایا جائے۔
- **دل اور کان پر مہر:** اللہ تعالیٰ نے ان کے **دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے**، اس لیے وہ نہ سمجھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔
- **آنکھوں پر پردہ:** ان کی **آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے**، لہٰذا وہ حق کو دیکھنے کے باوجود انکار کرتے ہیں۔

ان کا انجام یہ ہے کہ ان کے لیے بڑا دردناک عذاب تیار ہے۔

منافقین کی علامات

Studybee official

تیسرے گروہ یعنی منافقین کا ذکر سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے (آیات 8-20)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گروہ بظاہر مسلمانوں میں شامل رہتا ہے مگر دل سے ایمان نہیں لاتا۔ ان کی چند نمایاں خصلتیں یہ ہیں:

- **دوہرا رویہ**: وہ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، لیکن ان کے دل ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔
- **اللہ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا**: وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر حقیقت میں اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔
- **دل کی بیماری**: ان کے دلوں میں بیماری ہے، جو وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔
- **فساد پھیلانا**: یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔
- **کم عقلی**: وہ اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں مگر قرآن انہیں بے وقوف قرار دیتا ہے۔
- **دوغلی پالیسی**: ان کی کیفیت یہ ہے کہ کبھی مومنوں کی طرف جھکتے ہیں اور کبھی کافروں کی طرف، تاکہ ہر طرف سے فائدہ اٹھا سکیں۔

منافقین کی تمثیل: قرآنِ مجید میں منافقین کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے دو خوبصورت مثالیں دی گئی ہیں۔ پہلی مثال آگ جلانے والے شخص کی ہے، جو روشنی پا کر بھی اندھیروں میں بھٹک گیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ منافق ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اصل ہدایت سے بے خبر رہتے ہیں۔ دوسری مثال بارش کے طوفان میں گھرے ہوئے شخص کی ہے، جو بجلی اور کڑک سے ڈر کر کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منافق قرآن کی سچی اور سخت باتوں سے گھبرا کر ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منافقین کا ایمان ظاہری اور عارضی ہوتا ہے، وہ ہمیشہ شک اور خوف میں رہتے ہیں۔ قرآن ان کے انجام کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ جہنم کی سب سے نچلی تہہ میں ہوں گے، جہاں ان کے لیے سخت عذاب تیار ہے۔

خلاصہ کلام

سورۃ البقرہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دائمی اصول واضح کر دیا ہے:

- مومنین وہ ہیں جو ہدایت اور کامیابی کے وارث ہیں۔
- کافر وہ ہیں جو ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ہمیشہ خسارے میں رہیں گے۔
- منافق وہ ہیں جو دورُخا رویہ اختیار کرتے ہیں اور سب سے زیادہ نقصان میں ہیں۔

یوں قرآن ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کو مومنوں کی صفات کے مطابق ڈھالیں اور کفر و نفاق کی خصلتوں سے بچتے رہیں۔

Studybeesofficial

2. قصہ تخلیق آدم علیہ السلام

سوال: سورۃ البقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق، ملائکہ کے ساتھ مکالمہ، تعلیمِ اسماء، حکمِ سجود، شیطان کے فتنہ، لغزشِ آدم، توبہ اور زمین پر نزول تک کے تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کیجیے۔ (البقرہ:30–39)

یا

سورۃ البقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہونے والے مکالمے کو تفصیل سے بیان کیجیے؟

جواب: پس منظر:

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتدا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ انسان کو زمین پر کیوں بھیجا گیا، اس کا مقصدِ حیات کیا ہے اور کامیابی کا راستہ کون سا ہے۔ یہ تمام مضمون آیات **30 تا 39** میں مسلسل بیان ہوا ہے، جو انسان کی ذمہ داری اور زمین پر اس کے امتحان کی اصل رُوح واضح کرتا ہے۔

خلافتِ ارضی کا اعلان اور ملائکہ سے مکالمہ

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا کہ وہ زمین میں ایک **خلیفہ** یعنی اپنا نمائندہ بنانے والا ہے۔ فرشتوں نے ادب کے ساتھ عرض کی کہ کیا ایسی مخلوق پیدا کی جائے گی جو زمین پر فساد کرے گی اور خون بہائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے**"۔ اس سے پتا چلا کہ اللہ نے انسان کو خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور اس کے پاس ایسی صلاحیتیں ہیں جو فرشتوں کے پاس نہیں۔

تعلیمِ اسماء اور آدمؑ کی برتری کا اظہار:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے **نام اور حقیقتیں سکھائیں**۔ پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھا اور کہا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے کہا کہ ہمیں کچھ نہیں آتا سوائے اس کے جو اللہ نے سکھایا۔ اس کے بعد حضرت آدم نے وہ نام بتائے۔ اس واقعے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ انسان کی اصل فضیلت **علم** ہے۔ اسی علم کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری دی گئی۔

سجدۂ ملائکہ اور ابلیس کا انکار

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب فرشتے حضرت آدم کو سجدہ کریں۔ سب نے فوراً سجدہ کیا لیکن **ابلیس نے انکار کر دیا**۔ اس نے تکبر کیا اور کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ اللہ نے اسے کافروں میں شمار کیا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے جھکنا ہی اصل کامیابی ہے، اور غرور و ضد انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

جنت میں سکونت اور امتحان

اللہ نے حضرت آدم اور ان کی زوجہ حوّا کو جنت میں رہنے کی اجازت دی اور کہا کہ جنت کی نعمتوں سے کھاؤ پیو مگر ایک خاص درخت کے قریب نہ جانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں آزادی اور نعمتیں تو بے شمار تھیں، لیکن ساتھ ہی ایک **امتحان** بھی رکھا گیا تھا تاکہ انسان کی فرمانبرداری ظاہر ہو سکے۔

شیطان کا وسوسہ اور لغزشِ آدمؑ

شیطان نے وسوسہ ڈال کر حضرت آدم اور حوّا کو بہکایا اور ان سے غلطی کروادی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جنت کی راحتوں سے نکل گئے۔ پھر اللہ نے فرمایا: اب تم سب زمین پر اتر جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہنا ہو گا اور وہی تمہاری زندگی اور روزی کا مقام ہو گا۔

توبہ کے کلمات اور قبولیتِ بارگاہ

Studybeesofficial

حضرت آدم نے اپنی غلطی پر اللہ سے معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دعا کے **کلمات** سکھائے اور ان کی **توبہ قبول کرلی**۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر انسان سے غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دنیا میں ہدایت کا ضابطہ

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین پر رہو، جب بھی میری طرف سے ہدایت آئے گی، جو اس ہدایت کی پیروی کرے گا، اس پر نہ خوف ہو گا اور نہ غم۔ لیکن جو لوگ ہدایت کو جھٹلائیں گے اور انکار کریں گے وہ ہمیشہ کے لیے عذاب میں رہیں گے۔ یہ اصول آج تک ہمارے لیے راہنمائی ہے۔

حاصل کلام

- انسان کو زمین پر **اللہ کا خلیفہ** بنایا گیا۔
- انسان کی اصل فضیلت **علم** ہے۔
- اللہ کے حکم کے آگے جھکنا کامیابی ہے، تکبر ہلاکت ہے۔
- شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔
- انسان سے غلطی ہو سکتی ہے مگر **توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے**۔

زمین میں اصل کامیابی **اللہ کی ہدایت ماننے** میں ہے۔ یہی انسان کی **اصل شناخت، مقصدِ زندگی اور کامیابی کا راستہ** ہے

3۔ سورۃ البقرۃ میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

مندرجہ ذیل سوالات کیے جاسکتے ہیں:۔

1۔ سورۃ البقرۃ کی روشنی میں وضاحت کریں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کون کون سی نعمتیں فرمائیں اور ان کے ساتھ کیا ذمہ داریاں وابستہ کیں؟

یا

2۔ بنی اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ سورۃ البقرۃ میں کس انداز سے کیا گیا ہے اور اس تذکرے سے مسلمانوں کے لیے کیا سبق ملتا ہے؟

یا

3۔ بنی اسرائیل کو عطا کی گئی نعمتوں (فرعون سے نجات، من وسلویٰ، چشموں کا جاری ہونا، کتاب کا ملنا وغیرہ) کی تفصیل بیان کریں اور بتائیں کہ ان نعمتوں کے باوجود ان کا طرزِ عمل کیا رہا۔

جواب: سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بار بار اپنی نعمتیں یاد دلائیں تاکہ وہ شکر گزار بنیں اور اپنی ذمہ داری پہچانیں۔ قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جب اللہ کسی قوم پر فضل کرتا ہے تو اس کے ساتھ امتحان اور ذمہ داری بھی آتی ہے۔ ذیل میں تفصیل سے ان نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

1۔ امتیاز اور فضیلت عطا کرنا

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انہیں یاد دلایا کہ وہ دنیا کی دوسری قوموں پر فضیلت دیے گئے:

آیت:

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿البقرة: 47﴾

ترجمہ:

"اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی، اور میں نے تمہیں سب جہان والوں پر فضیلت دی۔"

یہ آیت ایک عمومی یاددہانی ہے کہ اللہ نے اُن کے آباؤاجداد کو کتابیں، نبی، ہدایت اور تاریخی مقام عطا کیا۔ اس اعتبار سے انہیں تاریخی سطح پر ایک مخصوص حیثیت دی گئی۔ مقصد یہ ہے کہ وہ شکر ادا کریں اور اپنے عہد (فرامینِ الٰہی) کو پورا کریں۔ یہ یاددہانی سورہ بقرہ میں بار بار آتی ہے تاکہ قوم اپنی ذمہ داری سمجھے۔

2۔ غلامی سے نجات اور فرعون کے ظلم سے آزادی

1. **سورۃ البقرہ، آیت 49** ۔ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ

ترجمہ: "اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں (کی غلامی) سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی آزمائش تھی۔"

2. **سورۃ البقرہ، آیت 50** ۔ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ

ترجمہ: "اور یاد کرو جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر تمہیں نجات دی اور فرعونیوں کو غرق کر دیا، اور تم دیکھ رہے تھے۔"

نعمت کی حکمت اور فائدہ:

یہ دونوں آیات دراصل **بنی اسرائیل کے خروج (Exodus)** کے عظیم واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

بنی اسرائیل کئی صدیوں تک **مصر میں غلامی اور ذلت کی زندگی** گزار رہے تھے۔ فرعون کی پالیسی یہ تھی کہ وہ ان کے **بیٹوں کو قتل کر دیتا** تاکہ یہ قوم طاقتور نہ ہو سکے اور **عورتوں کو زندہ رکھتا** تاکہ غلامی کا تسلسل قائم رہے۔ اس ظلم و ستم کے ماحول سے اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں بنی اسرائیل کو نجات دی۔

پھر اللہ نے ایک اور کرشماتی معجزہ دکھایا کہ **سمندر کو دو حصوں میں تقسیم** کر دیا گیا تاکہ بنی اسرائیل سلامتی سے گزر جائیں، لیکن وہی راستہ فرعونیوں کے لیے موت کا سبب بن گیا۔

- یہ نجات **صرف جسمانی غلامی سے آزادی** نہیں تھی بلکہ **روحانی آزادی** بھی تھی تاکہ وہ اللہ کی عبادت میں آزاد ہو سکیں۔
- اجتماعی سطح پر یہ نعمت بنی اسرائیل کو ایک **خود مختار قوم** بنانے کا ذریعہ بنی۔
- اس کے نتیجے میں بنی اسرائیل کو موقع ملا کہ وہ **اپنی دینی، معاشرتی اور معاشی زندگی** آزادانہ انداز میں بسر کریں۔
- یہ معجزہ اس بات کی نشانی بھی تھا کہ **طاقت اور اقتدار اللہ کے قبضے میں ہے**، نہ کہ کسی فرعون یا بادشاہ کے۔

3۔ سمندر کا پھٹ جانا اور دشمن کی ہلاکت

جب فرعون نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا تو اللہ نے سمندر پھاڑ دیا:

آیت: وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿البقرة: 50﴾

ترجمہ: "اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا اور تمہیں نجات دی اور تمہاری آنکھوں کے سامنے آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔"

یہ واقعہ اللہ کی قدرت اور مدد کی سب سے بڑی نشانیوں میں سے ہے۔

4۔ بچھڑے کی پوجا کے باوجود معافی

موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد کچھ لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی۔ لیکن اللہ نے معافی بھی عطا کی:

آیت: ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿البقرة: 52﴾

ترجمہ: "پھر ہم نے اس کے بعد بھی تمہیں معاف کیا تاکہ تم شکر گزار بنو۔"

یہ معافی خود ایک بڑی نعمت تھی تاکہ وہ اصلاح کریں۔

5۔ تورات اور عہد

اللہ نے انہیں ہدایت کی کتاب (تورات) دی اور طور پہاڑ کو اٹھا کر عہد لیا:

آیت: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿البقرة: 63﴾

ترجمہ: "اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر طور کو بلند کیا کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی سے پکڑو اور اس میں جو ہے اسے یاد کرو تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

یہ نعمت: (ا) اللہ کی طرف سے ہدایت یعنی کتاب (تورات) کا ملنا، اور (ب) ایک رسمی عہد کا ہونا — جس میں قوم کو کتاب کی پابندی کا حکم دیا گیا۔ طور کا بلند کرنا (علامتاً) یہ ظاہر کرتا کہ یہ دین و قانون کتنی سنجیدگی سے دیا گیا۔ عملی فائدہ: ایک واضح رہنمائی اور اجتماعی ضابطہ ملا جس سے معاشرہ منظم ہو سکتا تھا۔

6۔ بادلوں کا سایہ اور من وسلویٰ

آیت: وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۚ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿البقرة: 57﴾

ترجمہ: "اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور من وسلویٰ اتارا۔ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہیں دی ہیں؛ مگر انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ پر ظلم کیا۔"

منّ وسلویٰ آسمانی رزق تھے۔ مخصوص وقتی معجزاتی خوراک (اور ساتھ بادلوں کی چھاؤں) جو صحرائی حالات میں زندہ رہنے کا ذریعہ بنیں۔ یہ نعمت واضح طور پر مادی بقا کی مدد تھی۔ قرآن اس کے ساتھ قوم کی بے صبری اور ناشکری کا ذکر بھی کرتا ہے — یعنی نزولِ نعمت کے ساتھ شکر کی توقع بھی رکھی جاتی ہے

7۔ بارہ چشموں کا پھوٹنا

پیاس کی شدت پر اللہ نے معجزانہ طور پر پانی دیا:

آیت: وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿البقرة: 60﴾

ترجمہ: "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا: اپنی لاٹھی سے پتھر پر مارو، تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے، اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔"

یہ نعمت پانی کی فراہمی تھی — ایک بنیادی ضرورت۔ بارہ چشموں کا مطلب روایتی طور پر یہ کہ ہر قبیلے کو اس کی ضرورت کے مطابق پانی مہیا ہوا۔ اس کے ساتھ نصیحت بھی رکھی گئی: رزق کھاؤ مگر زمین پر فساد نہ پھیلاؤ — یعنی نعمت کا مقصد باہم انصاف اور اطمینان سے زندگی گزارنا ہے

8۔ بستیِ مقدسہ میں داخلہ اور معافی کا وعدہ

آیت: وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿البقرة: 58﴾

ترجمہ: "اور جب ہم نے کہا: اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں چاہو خوشحالی سے کھاؤ، اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو 'حطۃ' (یعنی بخش دے)، ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکوکاروں کو اور زیادہ دیں گے۔"

پس منظر

بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات اور بیابانِ سینا میں بھٹکنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ایک بستی (مفسرین کے نزدیک یروشلیم یا اریحا) میں داخل ہوں۔ یہ حکم محض جسمانی سکونت نہیں تھا بلکہ **روحانی تربیت** بھی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ وہ عاجزی کے ساتھ داخل ہوں، غرور نہ کریں، اور معافی کی دعا ("حطّة") زبان پر لائیں۔

فائدہ اور حکمت

- یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے **رزق کی کشادگی اور امن وامان** کی نعمت تھا۔
- "سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے" کا مطلب تھا کہ وہ اپنی کامیابی کو اللہ کی عطا سمجھیں، نہ کہ اپنی طاقت کا نتیجہ۔
- "حطّة" (ہماری خطاؤں کو مٹا دے) کہنے سے انہیں **گناہوں کی مغفرت** اور **مزید برکتوں کا وعدہ** ملا۔
- یہ نعمت صرف کھانے پینے یا زمین کی آبادکاری نہیں تھی بلکہ ایک **روحانی سبق** بھی تھا کہ قوم کی بقا عاجزی، شکر گزاری اور اطاعتِ الٰہی میں ہے۔

Studybeesofficial

یوں یہ نعمت بنی اسرائیل کو یاد دلانے کے لیے تھی کہ اللہ کی برکت دنیاوی سکون، رزق کی کشادگی اور آخرت کی معافی—سب کو اکٹھا کر کے دیتا ہے، بشرطیکہ انسان عاجزی اور اطاعت اختیار کرے۔

9۔ رسولوں اور معجزات کا سلسلہ

بنی اسرائیل پر اللہ نے مسلسل انبیاء اور نشانیاں بھیجیں:

آیت:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ﴿البقرة: 87﴾

ترجمہ:

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے ان کی مدد کی۔"

کتاب و رسول کا تسلسل اور معجزات دین کی راہنمائی کے اہم ستون ہیں—یہ بھی ایک بڑے درجہ کی نعمت ہے: الٰہی ہدایت کا پیغام بارہا بھیجا گیا تاکہ انسان سچا راستہ پہچانے۔

حاصل کلام:

سورۃ البقرۃ ہمیں یہ دکھاتی ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا کیں: آزادی، معافی، رزق، پانی، بستی، کتاب اور نبی۔ لیکن ناشکری اور سرکشی نے انہیں بار بار نقصان پہنچایا۔ قرآن یہ واقعات صرف تاریخ کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ مسلمانوں کو سبق دیتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں پر شکر اور اطاعت لازم ہے، ورنہ عذاب اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

4۔ (ذبیحہ بقرۃ) گائے ذبح کرنے کا واقعہ (آیات 67–73)

مندرجہ ذیل سوالات کیے جاسکتے ہیں:۔

سوال: سورۃ البقرہ میں گائے ذبح کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ تفصیل سے بیان کریں کہ یہ واقعہ کب اور کیوں پیش آیا، اس واقعہ سے مسلمانوں کے لیے کون سے اخلاقی اور تربیتی سبق حاصل کیے جاسکتے ہیں؟

یا

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف سے گائے ذبح کرنے کا حکم ملا۔ بیان کریں کہ بنی اسرائیل نے اس حکم کے بارے میں کیا رد عمل ظاہر کیا، کس کس قسم کے سوالات کیے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سوالات کے جوابات کس انداز سے دیے۔ اس واقعہ میں چھپی اللہ کی حکمت، صبر، اطاعت اور انصاف کی تعلیمات پر روشنی ڈالیں۔

یا

سوال: سورۃ البقرہ کی آیات 67 سے 73 میں ایک قتل کے واقعے کے تناظر میں گائے ذبح کرنے کا حکم آیا۔ تفصیل سے بیان کریں کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے لیے کیوں اہم تھا اور مسلمانوں کے لیے اس سے کیا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اپنے جواب میں آیات کی تشریح، پس منظر اور سبق آموز نکات شامل کریں۔

جواب:

پس منظر: یہ واقعہ بنی اسرائیل کے وقت پیش آیا، جب ایک شخص قتل ہوا اور قاتل کی پہچان نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے قوم کو حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے کچھ حصے مقتول کے جسم پر لگائیں، تاکہ اللہ کے حکم سے حقیقت ظاہر ہو۔

یہ حکم صرف ذبح تک محدود نہیں تھا بلکہ کئی مقاصد رکھتا تھا:

1. **اللہ کے حکم پر ایمان اور اطاعت سکھانا**
2. **صبر اور غور و فکر کی تربیت دینا**
3. **دلوں کی صفائی اور غیر اللہ کی محبت کو ختم کرنا**
4. **عدالتی اور اخلاقی سبق دینا**

بنی اسرائیل کی ایمانی کمزوری:

آیت 67: وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔

ترجمہ: "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ انہوں نے کہا: کیا تم ہمیں مذاق کا نشانہ بناتے ہو؟ موسیٰ نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوں۔"

تشریح:

- بنی اسرائیل نے اللہ کے واضح حکم کو مذاق سمجھا اور اس پر ایمان لانے میں تذبذب کا شکار ہوئے۔
- یہ رد عمل ان کی **ایمانی کمزوری** اور اللہ کے حکم میں **یقین کی کمی** کو ظاہر کرتا ہے۔
- **تفسیر ابن کثیر** کے مطابق، ان کا یہ رویہ اللہ کے حکم کو سنجیدگی سے نہ لینے کی علامت ہے

طاعت میں بہانہ خوری:

آیت 68: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ

ترجمہ: انہوں نے کہا: اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمیں واضح کرے کہ یہ کس طرح کی گائے ہے۔ موسیٰ نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ یہ ایک گائے ہے، نہ بوڑھی، نہ بہت جوان، درمیانی عمر کی۔ لہٰذا جو حکم دیا گیا ہے، اسے انجام دو۔

آیت 69 ۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ

ترجمہ: "انہوں نے کہا: اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمیں اس کا رنگ بتائے۔ موسیٰ نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ یہ ایک زرد رنگ کی گائے ہے، بہت دلکش رنگ کی۔

آیت 70: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ

ترجمہ: "انہوں نے کہا: اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمیں واضح کرے یہ کس قسم کی ہے، کیونکہ گائے ہم پر ایک جیسی لگتی ہے، اور اگر اللہ چاہے، ہم ہدایت یافتہ ہوں گے"۔

آیت 71 : قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۖ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ۔

آیت 71: "اللہ فرماتا ہے کہ یہ ایک عام گائے ہے، نہ زمین کے لیے سخت ہے نہ پانی کے لیے۔ درمیانی عمر کی ہے۔ لہٰذا جو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کرو۔"

وضاحت:

- قوم نے اللہ کے حکم کو مسلسل ٹالنے کے لیے سوالات کرنے شروع کیے: گائے کی عمر، رنگ، اور قسم کے بارے میں تفصیل طلب کی۔
- ہر سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ **اللہ کے واضح حکم سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔**
- یہ بہانے اور تاخیر بنی اسرائیل کی **اطاعت میں کمی** کی علامت ہیں، اور یہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ **اللہ کے حکم میں تاخیر یا بہانہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔**

مردہ کا زندہ ہونا اور حقیقت کا ظاہر ہونا:

آیت 72 : وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ۔

آیت 72:"اور جب تم نے ایک جان کو قتل کیا اور اس میں آپس میں جھگڑا کیا، اللہ وہ چیز ظاہر کرے گا جو تم چھپاتے تھے۔"

- یہ گائے کے ذبح کا اصل مقصد ظاہر کرتی ہے: حقیقت سامنے لانا، قاتل کی پہچان، اور انصاف قائم کرنا۔
- ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے سوالات اور تفصیلات طلب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کے حکم سے بچنا چاہتے تھے، یا اسے اپنے لیے آسان نہ سمجھ رہے تھے۔
- ذبح کا عمل ایک سبق آموز اور الٰہی نشان بن گیا۔
- مسلمانوں کے لیے بھی یہ واقعہ سکھاتا ہے کہ :اللہ کے حکم پر ایمان، صبر، تفصیل پر توجہ، اور ہر حکم میں حکمت کو سمجھنا ضروری ہے۔

بچھڑے کی محبت اور دل کی صفائی

آیت 73 : فَقَطَعَهَا فَجَعَلَ اللَّهُ مِنْهَا آيَةً لِبَنِي إِسْرَائِيلَ لِيَرْتَدُّوا وَيَسْتَغْفِرُوا وَيَرْجِعُوا

ترجمہ:"پس جب انہوں نے گائے کو ذبح کیا، اللہ نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان بنایا تاکہ وہ باز آئیں، استغفار کریں اور واپس آئیں"۔

بنی اسرائیل کے دلوں میں بچھڑے کی محبت اتنی تھی کہ وہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے گریز کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دے کر **ان کے دلوں سے یہ محبت نکالی اور ایمان و اطاعت کی تربیت دی۔** دل میں غیر اللہ کی محبت کے بجائے صرف اللہ کی محبت ہونی چاہیے۔

گائے ذبح کرنے کا مقصد اور مسلمانوں کے لیے سبق

1. **اللہ کی حکمت ہر حکم میں پوشیدہ ہے:**
   - بنی اسرائیل کے لیے گائے کا ذبح صرف قاتل کی پہچان کے لیے نہیں تھا، بلکہ یہ ایمان، اطاعت، اور صبر کا امتحان بھی تھا۔
   - یہ مسلمانوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ اللہ کے احکام میں پوشیدہ حکمت کو سمجھنا اور اطاعت کرنا ایمان کی نشانی ہے۔
2. **سوالات اور اطاعت میں تاخیر ایمان کی کمزوری کی علامت ہیں:**
   - بنی اسرائیل نے سوالات کیے اور تاخیر کی، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ حکم کے مطابق فوری عمل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہے تھے۔
   - یہ مسلمانوں کے لیے سبق ہے کہ اللہ کے حکم میں تاخیر یا شک ایمان کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔
3. **اللہ کی قدرت اور معجزات کی نشاندہی:**
   - مردہ کو زندہ کرنے کا واقعہ اور قاتل کی پہچان، اللہ کی قدرت اور معجزات کی ایک واضح نشانی تھی۔
   - یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔
4. **دل کی صفائی اور اللہ کی محبت:**
   - بچھڑے کی محبت کو دل سے نکالنا، دل کی صفائی اور صرف اللہ کی محبت کے لیے تیار رہنا۔
   - اس سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ ایمان میں غیر اللہ کی محبت اور لگاؤ رکاوٹ ہے۔
5. **انصاف اور عدالتی سبق:**
   - گائے کے ذبح سے قتل کی حقیقت سامنے آئی، یہ ایک عدالتی سبق بھی ہے کہ انصاف کے قیام کے لیے حکمت اور اللہ کے حکم پر عمل ضروری ہے۔
6. **صبر اور تفکر کی تربیت:**
   - حکم کو سمجھنے کے لیے غور و فکر اور صبر کرنا ایمان اور فہم کی نشانی ہے۔
   - یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہر حکم یا مشکل میں اللہ کی حکمت پر غور کرنا اور صبر کرنا ضروری ہے۔

StudyPeeofficial

5۔ تعمیر کعبہ سورہ البقرہ کی روشنی میں

مندرجہ ذیل سوالات کیے جاسکتے ہیں:۔

1. سورۃ البقرہ میں تعمیرِ کعبہ سے متعلق آیات اور حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعاؤں کی وضاحت کریں؟
2. "وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ" کے الفاظ کی روشنی میں تعمیرِ کعبہ کے تاریخی ودینی پہلو بیان کریں؟
3. تعمیرِ کعبہ کے دوران مانگی گئی دعاؤں اور ان کے اثرات پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

پس منظر

1. کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے سب سے پہلا گھر قرار دیا (آل عمران:96)۔
2. حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کی بنیادیں بلند کریں۔
3. "يَرْفَعُ الْقَوَاعِدَ" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ کعبہ کی بنیاد پہلے سے موجود تھی لیکن مٹ گئی تھی، ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے انہی بنیادوں پر تعمیر کو بلند کیا

کعبہ کی بنیادوں کا اٹھایا جانا

آیت:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرہ: 127)

ترجمہ: اور جب ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما، بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔

اس آیت میں "یرفع القواعد" سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کی ابتدائی بنیاد پہلے سے موجود تھی، اور حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے انہی بنیادوں پر تعمیر نو کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کعبہ دنیا کی قدیم ترین عبادت گاہ ہے جسے اللہ کے حکم سے دوبارہ توحید کے مرکز کے طور پر قائم کیا گیا۔

تعمیر کعبہ کا مقصد

کعبہ کی تعمیر محض ایک عمارت کھڑی کرنا نہ تھا بلکہ یہ پوری امت مسلمہ کی دینی اور روحانی زندگی کا مرکز بنانے کے لیے ہوا۔

آیت: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: 96)

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت ہے اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ کعبہ کا مقصد انسانیت کے لیے مرکزِ ہدایت اور برکت بننا تھا، نہ کہ محض کسی قوم کی عبادت گاہ۔

مقامِ ابراہیم کو عبادت گاہ بنانا

آیت: ﴿وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ: 125)

ترجمہ: اور مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔:

یہ حکم بتاتا ہے کہ کعبہ کی تعمیر صرف ایک عمارت کھڑی کرنے کے لیے نہ تھی بلکہ اسے عبادت، خشوع اور نماز کے ساتھ جوڑا گیا۔ مقامِ ابراہیم (جہاں حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر دیواریں اٹھاتے تھے) کو قیامت تک کے لیے نماز کی جگہ قرار دے دیا گیا تاکہ اس عبادت گاہ کا روحانی ربط باقی رہے۔

Studybeesofficial

نماز اور طہارت کا نظام

آیت: ﴿وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (البقرہ:125)

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

یہ آیت براہِ راست کعبہ کو نماز اور عبادت سے جوڑتی ہے۔ گویا کعبہ کی تعمیر کے ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دی گئی کہ یہ جگہ صرف توحید پرستوں کے لیے ہے جہاں طہارت، نماز اور عبادت قائم کی جائے گی۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل کی دعائیں

(الف) قبولیتِ عمل کی دعا

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرہ: 127)

"اے ہمارے رب! ہم سے یہ عمل قبول فرما، بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

(ب) نیک نسل کی دعا

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ (البقرہ: 128)

"اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرمانبردار امت پیدا فرما۔"

(ج) عبادات کی توفیق کی دعا

﴿وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ: 128)

"اور ہمیں ہمارے عبادتی طریقے دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

(د) نبی آخر الزمان کی دعا

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (البقرہ: 129)

"اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو، ان پر تیری آیات تلاوت کرے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور ان کی زندگیوں کو پاکیزہ بنائے۔"

یہ دعا براہِ راست حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی طرف اشارہ ہے۔ گویا کعبہ کی تعمیر صرف ایک عبادت گاہ نہیں بلکہ ایک ایسی امت کی تیاری تھی جو نبی آخر الزمان ﷺ کی قیادت میں توحید کا پرچم بلند کرے۔

دعاؤں کے اثرات

- حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی دعاؤں کا نتیجہ امت مسلمہ کی پیدائش اور حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی صورت میں ظاہر ہوا۔
- کعبہ کو قیامت تک کے لیے توحید اور عبادت کا عالمی مرکز بنایا گیا۔
- امت مسلمہ کو "امت وسط" یعنی معتدل اور گواہ امت کا درجہ ملا (البقرہ:143)۔

تعمیر کعبہ کی وضاحت کیوں ضروری تھی؟

1. یہود و نصاریٰ کے اعتراضات کا جواب

studybeesofficial

یہود و نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ وہی حضرت ابراہیمؑ کے اصل وارث ہیں اور ان کے دین پر ہیں۔ لیکن جب قرآن نے واضح کیا کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے کی تھی اور اسی کو قبلہ بنایا گیا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اصل وراثت انہی حضرات کے ذریعے سے امت محمدیہ کو ملی ہے۔

آیت:

﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (آل عمران: 67)

ترجمہ: ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ یکسو مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے ساتھ جوڑ کر امت مسلمہ کی حقانیت کو مشکوک کرنا چاہتے تھے۔ قرآن نے اس فتنہ کو رد کیا اور بتایا کہ اصل توحیدی دین کی بنیاد کعبہ اور ابراہیمی سنت ہے۔

(ب) امت مسلمہ کی شناخت

کعبہ کو قبلہ بنانے سے امت مسلمہ کا تشخص قائم ہوا اور یہود و نصاریٰ کی مذہبی اجارہ داری ختم ہوئی۔

(ج) دشمنی کی اصل

یہودیوں کی دشمنی کی بنیاد یہی تھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ابراہیمی مرکز امت محمدیہ کے پاس ہو، اس لیے انہوں نے حسد اور عناد سے کعبہ کی اہمیت کو چیلنج کیا۔

تعمیر کعبہ کی حکمتیں

1. دنیا کو توحید کے اصل مرکز سے جوڑنا۔
2. حضرت ابراہیمؑ کے مقامِ امامت کی تکمیل کرنا (البقرہ:124)۔
3. نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کی بشارت دینا۔
4. امت مسلمہ کو مستقل تشخص عطا کرنا۔
5. عبادات کا ایک ایسا مرکز فراہم کرنا جہاں دنیا بھر کے مسلمان یکجا ہوں۔

حاصل کلام

تعمیر کعبہ محض ایک تاریخی واقعہ نہ تھا بلکہ ایک ایسا روحانی سنگِ میل تھا جس نے امت محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ قرار دے کر، طہارت کے حکم کے ساتھ اور دعاؤں کی قبولیت کے ذریعے یہ گھر قیامت تک توحید، نماز، طواف اور ذکرِ الٰہی کا مرکز بن گیا۔

6۔ عبادات (روزہ، حج و عمرہ)

سوال: سورۃ البقرہ میں حج اور زکوٰۃ کے بارے میں آیات سے حاصل ہونے والے احکامات و تعلیمات تحریر کیجیے۔

جواب: سورہ بقرہ میں حج کے احکامات

قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی آیات 196 سے 203 تک حج کے بنیادی ارکان، واجبات اور اخلاقی حدود کا تفصیلی بیان موجود ہے۔

حج اور عمرہ کی تکمیل کا حکم

Studybeesofficial

(آیت196)وَأَتِمُّوا الحَجَّ وَالعُمرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِن أُحصِرتُم فَمَا استَيسَرَ مِنَ الهَدىِ ۖ وَلا تَحلِقوا رُءوسَكُم حَتّىٰ يَبلُغَ الهَدىُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَن كانَ مِنكُم مَريضًا أَو بِهِ أَذًى مِن رَأسِهِ فَفِديَةٌ مِن صِيامٍ أَو صَدَقَةٍ أَو نُسُكٍ ۚ فَإِذا أَمِنتُم فَمَن تَمَتَّعَ بِالعُمرَةِ إِلَى الحَجِّ فَمَا استَيسَرَ مِنَ الهَدىِ ۚ فَمَن لَم يَجِد فَصِيامُ ثَلٰثَةِ أَيّامٍ فِى الحَجِّ وَسَبعَةٍ إِذا رَجَعتُم ۗ تِلكَ عَشَرَةٌ كامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَن لَم يَكُن أَهلُهُ حاضِرِى المَسجِدِ الحَرامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعلَموا أَنَّ اللَّهَ شَديدُ العِقابِ ﴿١٩٦﴾

ارشادِ باری تعالیٰ: "حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو، ہاں اگر تم روک لئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو، اسے کر ڈالو اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے البتہ تم میں سے جو بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے پس جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے، پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے، جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں، یہ پورے دس ہو گئے۔ یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں، لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے"

- **فرضیت اور اخلاص:** مفسرین کے مطابق اس آیت کا پہلا حکم یہ ہے کہ جب انسان حج یا عمرے کا احرام باندھ لے، تو اسے مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ عبادت محض سیر و سیاحت نہیں بلکہ خالصتاً اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔
- **احصار (رکاوٹ):** اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد دشمن، قید یا ایسی بیماری کا شکار ہو جائے کہ حرم تک نہ پہنچ سکے، تو اسے وہیں قربانی (ہدی) کر کے احرام کھول دینا چاہیے۔
- **سر منڈوانے کی ممانعت:** احرام کی حالت میں بال کٹوانا یا منڈوانا تب تک جائز نہیں جب تک قربانی اپنے مقام (حدودِ حرم) تک نہ پہنچ جائے۔
- فدیہ (رخصت): اگر کوئی مجبوری (جیسے سر میں زخم یا شدید تکلیف) ہو اور بال وقت سے پہلے کٹوانے پڑیں، تو شریعت نے اس کا بدلہ (فدیہ) رکھا ہے: یا تو 3 روزے رکھے، یا 6 مساکین کو کھانا کھلائے، یا ایک (دم) بکری ذبح کرے۔

2.حجِ تمتع اور اس کی قربانی

کوئی مسافر حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرے اور پھر احرام کھول کر حج کے دن تک عام زندگی گزارے (جسے حجِ تمتع کہتے ہیں)، تو اس پر شکرانے کی قربانی لازم ہے۔

روزوں کا بدل: اگر کسی کے پاس قربانی کی استطاعت نہ ہو، تو اسے کل 10 روزے رکھنے ہوں گے: 3 ایامِ حج میں (مکہ میں) اور 7 اپنے گھر واپسی پر۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مکہ کے رہنے والے نہیں ہیں۔

3.حج کے مخصوص اوقات اور اخلاقی ضوابط

(آیت197)الحَجُّ أَشهُرٌ مَعلومٰتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فيهِنَّ الحَجَّ فَلا رَفَثَ وَلا فُسوقَ وَلا جِدالَ فِى الحَجِّ ۗ وَما تَفعَلوا مِن خَيرٍ يَعلَمهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدوا فَإِنَّ خَيرَ الزّادِ التَّقوىٰ ۚ وَاتَّقونِ يٰأُولِى الأَلبٰبِ ﴿١٩٧﴾

ارشادِ باری تعالیٰ: "حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے، تم جو نیکی کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو..."

میقاتِ زمانی: حج کا وقت مخصوص ہے (شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن)۔ ان ایام سے پہلے حج کا احرام نہیں باندھا جا سکتا۔

تین بڑی پابندیاں:

1. رفث: بیوی کے ساتھ جنسی تعلق یا اس کے متعلق گفتگو سے مکمل پرہیز۔
2. فسوق: ہر قسم کی نافرمانی، گناہ اور احرام کی حدود توڑنا۔
3. جدال: ساتھیوں، خادموں یا دیگر حجاج سے بحث و تکرار اور لڑائی جھگڑا۔ مفسرین کے نزدیک اس کا مقصد حاجی کے اندر صبر اور تحمل پیدا کرنا ہے۔

4. سفر کا زادِ راہ اور تقویٰ

قدیم زمانے میں بعض لوگ "توکل" کے نام پر بغیر خرچے کے سفر پر نکل جاتے اور پھر لوگوں سے مانگتے۔ قرآن نے اس کی اصلاح کی اور حکم دیا کہ اپنا خرچ ساتھ لے کر جاؤ، کیونکہ بہترین توشہ "تقویٰ" (یعنی دوسروں سے مانگنے سے بچنا اور اللہ کا ڈر رکھنا) ہے۔

وقوفِ عرفات اور مزدلفہ: (آیت 198-199) لَيسَ عَلَيكُم جُناحٌ أَن تَبتَغوا فَضلًا مِن رَبِّكُم ۚ فَإِذا أَفَضتُم مِن عَرَفٰتٍ فَاذكُرُوا اللَّهَ عِندَ المَشعَرِ الحَرامِ ۖ وَاذكُروهُ كَما هَدىٰكُم وَإِن كُنتُم مِن قَبلِهِ لَمِنَ الضّالّينَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ أَفيضوا مِن حَيثُ أَفاضَ النّاسُ وَاستَغفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفورٌ رَحيمٌ ﴿١٩٩﴾

ترجمہ: "تم پر اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے، پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے طلب بخشش کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"

- **معاشی سرگرمی:** مفسرین بیان کرتے ہیں کہ حج کے دوران تجارت یا رزقِ حلال کمانا گناہ نہیں ہے، بشرطیکہ اصل مقصد عبادت رہے۔
- **عرفات سے واپسی:** عرفات حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ وہاں سے واپسی پر 'مشعرِ حرام' (مزدلفہ) میں قیام اور اللہ کا ذکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔
- **امتیازی سلوک کا خاتمہ:** اسلام سے پہلے قریش مکہ خود کو افضل سمجھ کر عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے۔ قرآن نے حکم دیا کہ "وہیں سے پلٹو جہاں سے سب لوگ (عام انسان) پلٹتے ہیں"۔ یہ انسانی مساوات کا سب سے بڑا درس ہے۔

6. حج کے بعد کی حالت اور دعا کا سلیقہ

(آیت 200-202) فَإِذا قَضَيتُم مَنسِكَكُم فَاذكُروا اللَّهَ كَذِكرِكُم ءاباءَكُم أَو أَشَدَّ ذِكرًا ۗ فَمِنَ النّاسِ مَن يَقولُ رَبَّنا ءاتِنا فِي الدُّنيا وَما لَهُ فِي الءاخِرَةِ مِن خَلٰقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنهُم مَن يَقولُ رَبَّنا ءاتِنا فِي الدُّنيا حَسَنَةً وَفِي الءاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنا عَذابَ النّارِ ﴿٢٠١﴾ أُولٰئِكَ لَهُم نَصيبٌ مِمّا كَسَبوا ۚ وَاللَّهُ سَريعُ الحِسابِ ﴿٢٠٢﴾

ترجمہ: پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے"

حج کی تکمیل کے بعد لوگ عموماً فخر و مباہات کرتے تھے۔ اللہ نے حکم دیا کہ جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کے قصے سناتے تھے، اب اس سے بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔

دعا کا توازن: مفسرین نے یہاں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے:

1. وہ جو صرف دنیا مانگتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔
2. وہ جو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی اور آگ کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً...)۔ اسلام ایک متوازن زندگی کا داعی ہے۔

ایامِ تشریق اور منیٰ میں قیام

(آیت 203) وَاذكُروا اللَّهَ فى أَيّامٍ مَعدودٰتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فى يَومَينِ فَلا إِثمَ عَلَيهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلا إِثمَ عَلَيهِ ۚ لِمَنِ اتَّقىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعلَموا أَنَّكُم إِلَيهِ تُحشَرونَ ﴿٢٠٣﴾

ارشادِ باری تعالیٰ: "اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں، اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیز گار کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے"

- **ایامِ معدودات:** ان سے مراد 11، 12 اور 13 ذوالحجہ ہیں۔ ان دنوں میں منیٰ میں رہ کر جمرات (شیطانوں) کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

Study bee official

- رخصت: شریعت نے آسانی دی ہے کہ اگر کوئی 12 تاریخ کو کنکریاں مار کر نکلنا چاہے تو جائز ہے، اور جو 13 تک رکنا چاہے وہ افضل ہے۔ اصل شرط "تقویٰ" ہے، نہ کہ صرف دنوں کی گنتی۔

اصطلاحی فرق (ایامِ معلومات بمقابلہ ایامِ معدودات)

- **ایامِ معلومات (معلوم دن):** ان سے مراد ذوالحجہ کے پہلے 10 دن ہیں (جس میں 9 اور 10 تاریخ شامل ہے)۔ ان دنوں کا مقصد قربانی اور حج کے بڑے ارکان (عرفات و مزدلفہ) کی ادائیگی ہے۔
- **ایامِ معدودات (گنتی کے چند دن):** ان سے مراد صرف 11، 12 اور 13 ذوالحجہ ہیں (ایامِ تشریق)۔ ان دنوں کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت 203 میں ہے، جس کا مقصد منیٰ میں قیام اور رمی (کنکریاں مارنا) ہے۔

حرام کی پابندیاں: حج اور عمرہ کا ایک نہایت اہم حصہ ہیں، جنہیں فقہی اصطلاح میں **"ممنوعاتِ احرام"** کہا جاتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات اور مستند تفاسیر (جیسے ابن کثیر اور قرطبی) کی روشنی میں ان پابندیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

اخلاقی اور جنسی پابندیاں (آیت 197)

سورہ بقرہ کی آیت 197 میں تین بنیادی پابندیاں ذکر کی گئی ہیں:

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ "تو حج کے دوران نہ شہوانی گفتگو ہو، نہ کوئی گناہ اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا۔"

- **رفث (جنسی امور):** احرام کی حالت میں بیوی کے ساتھ جنسی تعلق یا اس کے متعلق گفتگو کرنا سخت ممنوع ہے۔ مفسرین کے مطابق یہ احرام کی سب سے بڑی پابندی ہے، جس کی خلاف ورزی سے حج فاسد ہو سکتا ہے۔
- **فسوق (گناہ کے کام):** ہر وہ کام جو اللہ کی نافرمانی میں آئے، احرام میں اس کی سنگینی بڑھ جاتی ہے۔ جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، یا کسی کا حق مارنا۔
- **جدال (لڑائی جھگڑا):** اپنے ساتھیوں، خادموں یا دیگر حجاج سے بحث و تکرار اور گالی گلوچ کرنا منع ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حاجی کو سراپا سلامتی بننا چاہیے۔

ذاتی آرائش اور صفائی کی پابندیاں (آیت 196)

قرآن کریم نے جسمانی صفائی اور آرائش کے حوالے سے مخصوص حدود مقرر کی ہیں:

- **بال کٹوانا یا منڈوانا <:** **وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ**

"اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے۔" احرام کی حالت میں جسم کے کسی بھی حصے کے بال (سر، داڑھی، بغل وغیرہ) کاٹنا یا اکھاڑنا منع ہے۔ اگر کوئی بیماری کی وجہ سے ایسا کرے تو اسے **فدیہ** دینا ہو گا۔

- **ناخن کاٹنا:** مفسرین کے نزدیک بال کاٹنے پر قیاس کرتے ہوئے ناخن کاٹنا بھی ممنوع ہے (اجماعِ امت)۔
- **خوشبو کا استعمال:** احرام باندھنے کے بعد جسم یا کپڑوں پر خوشبو لگانا، یا خوشبودار صابن استعمال کرنا منع ہے۔

لباس کی پابندیاں (مردوں کے لیے)

اگرچہ قرآن میں صراحت کے ساتھ سلے ہوئے کپڑوں کا لفظ نہیں، لیکن "حج مکمل کرنے" اور احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں مفسرین نے اسے واضح کیا ہے:

- **سلا ہوا لباس:** مردوں کے لیے جسم کی ساخت کے مطابق سلا ہوا لباس (جیسے قمیض، شلوار، بنیان) پہننا منع ہے۔ وہ صرف دو چادریں استعمال کریں گے۔
- **سر ڈھانپنا:** مردوں کے لیے ٹوپی، عمامہ یا چادر سے سر ڈھانپنا منع ہے۔
- **پاؤں کا جوڑ:** مرد ایسا جوتا نہیں پہن سکتے جو ٹخنوں کے بیچ والے جوڑ (ابھری ہوئی ہڈی) کو ڈھانپ لے۔

شکار کی پابندی

Studybeesofficial

احرام کی حالت میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا یا شکاری کی مدد کرنا حرام ہے۔(اس کا تفصیلی ذکر سورہ المائدہ میں ہے، لیکن سورہ بقرہ کی آیت 196 میں "اتقوا اللہ" کے تحت مفسرین نے اسے شامل کیا ہے)۔

حدودِ حرم کی تعظیم

احرام کی حالت میں (اور عام حالت میں بھی) حدودِ حرم کے درخت کاٹنا، پودے اکھاڑنا یا وہاں کے جانوروں کو چھیڑنا منع ہے۔

سورۃ البقرہ میں زکوٰۃ کے احکامات

زکوٰۃ اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے۔ سورۃ البقرہ میں مختلف مقامات پر زکوٰۃ اور انفاقِ مال کے احکامات بیان کیے گئے ہیں۔ زکوٰۃ دراصل اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اس کے بندوں پر حق ادا کرنا ہے۔ قرآن میں اسے عبادت اور معاشرتی ذمہ داری دونوں پہلوؤں سے پیش کیا گیا ہے۔

نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم

آیت43 :وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ"

:ترجمہ: اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یہ آیت زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کر کے اس کی دینی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہاں زکوٰۃ صرف مالی فریضہ نہیں بلکہ عبادت کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندگی کے دو رخ ہیں — ایک روحانی (نماز) اور دوسرا مالی (زکوٰۃ)۔ دونوں مل کر ایمان کی تکمیل کرتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب (زکوٰۃ کی روح)

آیت:262"الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ پہنچاتے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے، نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ آیت زکوٰۃ کی روح بیان کرتی ہے کہ مال خرچ کرنا صرف فریضہ نہیں بلکہ نیت اور اخلاق کا امتحان بھی ہے۔ زکوٰۃ دیتے وقت دکھاوا یا احسان جتانا نیکی کو ضائع کر دیتا ہے۔ سچی زکوٰۃ وہ ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے دی جائے۔

بہترین اور پاکیزہ مال کا انتخاب

آیت:267' يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنوا أَنفِقوا مِن طَيِّبٰتِ ما كَسَبتُم وَمِمّا أَخرَجنا لَكُم مِنَ الأَرضِ ۖ وَلا تَيَمَّمُوا الخَبيثَ مِنهُ تُنفِقونَ وَلَستُم بِـٔاخِذيهِ إِلّا أَن تُغمِضوا فيهِ ۚ وَاعلَموا أَنَّ اللَّهَ غَنِىٌّ حَميدٌ ﴿٢٦٧﴾"

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو، ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ زکوٰۃ میں پاکیزہ مال دیا جائے، نہ کہ بیکار یا ناقص چیزیں۔ اللہ کے لیے دیا جانے والا صدقہ یا زکوٰۃ بہترین مال سے ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے اجر کا تصور

آیت:261" مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ"

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جو سات بالیاں اگاتا ہے، اور ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں۔ اللہ جس کے لیے چاہے اجر کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔

Studybeesofficial

یہ آیت زکوٰۃ اور صدقے کے اجر کی وسعت کو ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خلوص نیت سے دی گئی زکوٰۃ کا بدلہ کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ یہ آیت مالی عبادت کے روحانی اثرات اور اجرِ عظیم کا بیان ہے۔

اخلاص کے بغیر زکوٰۃ کا نقصان

آیت:264"يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا لا تُبطِلوا صَدَقٰتِكُم بِالمَنِّ وَالأذىٰ كَالَّذى يُنفِقُ مالَهُ رِئاءَ النّاسِ وَلا يُؤمِنُ بِاللَّهِ وَاليَومِ الـٔاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفوانٍ عَلَيهِ تُرابٌ فَأَصابَهُ وابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلدًا ۖ لا يَقدِرونَ عَلىٰ شَيءٍ مِمّا كَسَبوا ۗ وَاللَّهُ لا يَهدِى القَومَ الكٰفِرينَ ﴿٢٦٤﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔

یہ آیت اخلاص کی اہمیت واضح کرتی ہے۔ اگر زکوٰۃ یا صدقہ ریاکاری یا شہرت کے لیے دیا جائے تو وہ اللہ کے ہاں بے قیمت ہے۔ اخلاص کے بغیر عبادت صرف ظاہری عمل رہ جاتی ہے جس کا کوئی روحانی اثر نہیں۔

شیطان کا خوف اور اللہ کا فضل

آیت:268"الشَّيطٰنُ يَعِدُكُمُ الفَقرَ وَيَأمُرُكُم بِالفَحشاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَغفِرَةً مِنهُ وَفَضلًا ۗ وَاللَّهُ وٰسِعٌ عَليمٌ ﴿٢٦٨﴾

ترجمہ: شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ مال کی کمی کا خوف ہے۔ قرآن نے واضح کیا کہ یہ وسوسہ شیطان کا ہے۔ زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی برکت اور فضل بڑھتا ہے۔

زکوٰۃ بمقابلہ سود

معاشی نظام کی اصلاح کے لیے سود کی تباہی اور صدقات کی برکت کا موازنہ کیا گیا ہے۔

"276يَمحَقُ اللَّهُ الرِّبوٰا وَيُربِى الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللَّهُ لا يُحِبُّ كُلَّ كَفّارٍ أَثيمٍ ﴿٢٧٦﴾

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔"

مفسرین لکھتے ہیں کہ بظاہر سود سے مال بڑھتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں اللہ اس سے برکت چھین لیتا ہے اور وہ کسی نہ کسی آفت یا نقصان کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس، زکوٰۃ سے بظاہر مال کم ہوتا ہے، لیکن اللہ اس میں باطنی برکت عطا کرتا ہے اور اسے نشوونما دیتا ہے۔

حاصل کلام:

سورۃ البقرہ میں زکوٰۃ اور انفاق کے احکامات واضح کرتے ہیں کہ یہ عبادت بندگی کے ساتھ ساتھ سماجی عدل، معاشرتی خیر خواہی اور روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صرف مال کا صدقہ نہیں بلکہ دل کی سخاوت اور ایمان کا امتحان قرار دیا ہے۔

7۔ تحویلِ قبلہ سورہ البقرہ کی روشنی میں

مندرجہ ذیل سوالات کیے جاسکتے ہیں:۔

1. تحویلِ قبلہ کے لغوی و اصطلاحی معنی، پس منظر اور حکمتیں قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔
2. سورہ بقرہ میں تحویلِ قبلہ کے متعلق نازل ہونے والی آیات اور ان کے مضامین کی وضاحت کریں۔
3. تحویلِ قبلہ کا مسلمانوں کی دینی و سیاسی شناخت پر کیا اثر ہوا؟ تفصیل سے بیان کریں۔

Studybeesofficial

جواب: لفظ **تحویل** عربی مادہ "حوّل" سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں: "پھیرنا، منتقل کرنا، رخ بدلنا"۔

اصطلاحی معنی: شرعی اصطلاح میں **تحویلِ قبلہ** سے مراد ہے: مسلمانوں کے قبلہ کو بیت المقدس سے بدل کر بیت اللہ (کعبہ) کی طرف پھیر دینا۔

تحویلِ قبلہ کا پس منظر

نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں تھے تو کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، مگر اس طرح کہ بیت المقدس بھی سامنے رہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ ﷺ تقریباً **سولہ یا سترہ ماہ** بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ مگر آپ ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ اصل قبلہ یعنی **بیت اللہ** کی طرف رخ کرنے کی اجازت ملے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا قبلہ تبدیل فرما دیا۔

سورہ بقرہ میں تحویلِ قبلہ سے متعلق آیات و مضامین

(الف) قبلہ کی تبدیلی کا ذکر اور کفار کی گفتگو

آیت 142: سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا"

ترجمہ: جلد ہی بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے پہلے قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا؟

یہاں ان یہودیوں، منافقین اور مشرکین کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اعتراض کیا کہ مسلمان پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے، اب اچانک کعبہ کی طرف کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں، وہ جس سمت کو چاہے قبلہ مقرر کرے۔ اصل مقصد اطاعت اور فرمانبرداری ہے، سمت بذاتِ خود مقصود نہیں۔

(ب) بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ پھیرنے کا حکم

آیت 144' قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ"

ترجمہ "ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ﷺ بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، تو ہم ضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، لہٰذا آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کر لیں"۔

اس آیت میں نبی ﷺ کی دلی تمنا کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ وحی آئے۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔ یہ مسلمانوں کی دینی شناخت کا اعلان تھا۔ مسلمانوں کو واضح حکم ملا کہ اب رخ ہمیشہ مسجد حرام کی طرف ہو گا۔

(ج) اہلِ کتاب کی مخالفت اور امتحان

آیت 145: وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ.

ترجمہ: "اور اگر آپ اہلِ کتاب کے پاس ہر نشانی بھی لے آئیں تو وہ کبھی آپ کے قبلے کی پیروی نہ کریں گے، اور نہ آپ ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں، اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اگر آپ ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے تو آپ بھی یقیناً ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔"

Studybeesofficial

وضاحت:

- یہ آیت بتاتی ہے کہ یہودی اور نصاریٰ تعصب اور ضد میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ کوئی دلیل، کوئی نشانی بھی انہیں قائل نہ کر سکتی تھی۔
- نبی ﷺ کو واضح کر دیا گیا کہ آپ کا کام ان کے خواہشات کی پیروی کرنا نہیں بلکہ اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔
- اس آیت میں اہلِ کتاب کے باہمی اختلاف کو بھی بیان کیا گیا کہ خود یہودی اور نصاریٰ ایک دوسرے کے قبلے کو تسلیم نہیں کرتے، تو مسلمانوں سے ان کی توقع محض تعصب کی بنیاد پر تھی۔
- اس میں مسلمانوں کے لیے امتحان یہ تھا کہ وہ یہودیوں کے دباؤ میں آکر ڈگمگاتے یا اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت پر قائم رہتے۔

آیت 146 "الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ.
ترجمہ: "جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان میں سے ایک گروہ حق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں۔"

وضاحت:

اہلِ کتاب کو اصل حقیقت معلوم تھی کہ کعبہ ہی وہ پہلا گھر ہے جو اللہ نے توحید کے لیے بنایا تھا (جیسا کہ سورہ آل عمران آیت 96 میں ہے" :انَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ")۔ وہ کعبہ کی فضیلت کو اپنی کتابوں میں پڑھ چکے تھے لیکن حسد اور ضد کی وجہ سے مسلمانوں کے سامنے چھپاتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے علم کے باوجود حق چھپانے کی سخت مذمت فرمائی۔

اہلِ کتاب کی مخالفت اور مسلمانوں کا امتحان

1. **اہلِ کتاب کی ضد:** وہ جانتے تھے کہ کعبہ اصل قبلہ ہے مگر انکار کرتے تھے۔
2. **مسلمانوں کا امتحان:** مسلمانوں کو یہ پرکھا گیا کہ وہ اہلِ کتاب کے اعتراضات سے متاثر ہوتے ہیں یا اللہ کے حکم پر ڈٹے رہتے ہیں۔
3. **نبی ﷺ کو تسلی:** آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ ان کی ضد پر رنجیدہ نہ ہوں، یہ ان کی پرانی روش ہے۔
4. **حق چھپانے کی سزا:** اہلِ کتاب کے ان علما کو ظالم کہا گیا جو حقیقت جان کر بھی چھپاتے تھے۔

(د) مسلمانوں کے لیے حکم کی تکرار اور امتحان کی وضاحت

آیت 149-150 "وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ"...
ترجمہ: "اور جہاں سے بھی آپ نکلیں، اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کر لیں"

حکم کی تکرار اس لیے ہوئی تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں یقین پختہ ہو جائے۔ اس تبدیلی کے ذریعے یہ پرکھا گیا کہ کون رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور کون منہ موڑ لیتا ہے۔

تحویلِ قبلہ: مسلم تشخص کی علامت

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک الگ امت قرار دیا:

آیت 143" : وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا"

ترجمہ" :اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں۔"

- اس آیت میں مسلمانوں کو "امتِ وسط "یعنی معتدل، متوازن اور عادل امت کہا گیا۔
- قبلے کی تبدیلی نے مسلمانوں کو اہلِ کتاب سے ممتاز کر دیا اور انہیں ایک الگ امت کی حیثیت عطا کی۔

تحویلِ قبلہ کے اہم اسباب و حکمتیں

1. **امتِ مسلمہ کی شناخت** :اس تبدیلی نے مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے ممتاز کر دیا۔
2. **نبی ﷺ کی دعا کی قبولیت** : آپ ﷺ کی خواہش پوری کر کے آپ کو تسلی دی گئی۔
3. **اہلِ کتاب کی آزمائش** :ان کے علم کے باوجود انکار، ان کی ضد اور تعصب ظاہر ہوا۔
4. **مسلمانوں کا امتحان** : مخلص مومنوں نے بلا چون وچرا اطاعت کی۔

حاصل کلام

سورہ بقرہ میں تحویلِ قبلہ کے احکام اور واقعات اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ دینِ اسلام کی اصل بنیاد **اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت** ہے۔قبلے کی تبدیلی محض سمت کا بدلنا نہیں تھا بلکہ یہ ایک عظیم روحانی اور تاریخی فیصلہ تھا، جس کے ذریعے امتِ مسلمہ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔

کعبہ وہ گھر ہے جسے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے توحید کے مرکز کے طور پر تعمیر کیا۔ اس کو قبلہ مقرر کرنے سے امتِ مسلمہ براہِ راست ابراہیمی وراثت سے جڑ گئی اور اہلِ کتاب کے باطل دعووں کو رد کر دیا گیا۔

تحویلِ قبلہ نے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ اب وہ ایک الگ امت ہیں، جنہیں اللہ نے **امتِ وسط** قرار دیا تاکہ وہ عدل و انصاف کی گواہ اور ہدایت کی علمبردار بنیں۔ یہ تبدیلی دراصل مسلمانوں کے لیے **تشخص کی علامت** اور ان کی **روحانی مرکزیت** کا اعلان تھی، جس نے ان کی وحدت کو مضبوط اور ان کے دین کو یہود و نصاریٰ سے جدا کر دیا۔

Studybeesofficial

8۔عائلی زندگی (نکاح، مہر، ایلاء، طلاق، عدت، رضاعت)

نوٹ: یہ سوال مکمل اجزء کہ بجائے 2/3 اجزا میں پوچھا جاسکتا ہے۔

سوال: عائلی زندگی کے اہم پہلوؤں پر تفصیل سے بیان کریں، جس میں نکاح، مہر، ایلا، طلاق، عدت، اور رضاعت کے شرعی احکام، مقاصد، اور مرد و عورت کے حقوق و فرائض سورہ بقرہ کی آیات کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: نکاح

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولٰٓئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُوٓا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ ءَايٰتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾

اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو، ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دوجب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے، وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرمارہا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

تشریح واہم نکات:-

1. **ایمان کو شادی کے لیے بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے:**

آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ کسی بھی مشرک عورت یا مرد سے شادی جائز نہیں جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ شادی صرف ایک روحانی اور اخلاقی تعلق نہیں بلکہ دینی اعتبار سے بھی ایک مضبوط بندھن ہے۔ ایمان کی شرط اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ازدواجی زندگی میں دین اور اخلاقی اصولوں کی بنیاد ہو۔

2. **دنیاوی پسند اور کشش سے بڑھ کر اخلاقی اور روحانی معیار کی اہمیت:**

آیت میں کہا گیا ہے کہ ایمان والی کنیز مشرک عورت سے بہتر ہے، اور ایمان والا غلام مشرک مرد سے بہتر ہے، چاہے وہ ظاہری طور پر تمہیں زیادہ پسند آئے۔ یہ بتاتا ہے کہ دنیاوی حسن، مال، مرتبہ یا کشش شادی کے لیے سب سے اہم معیار نہیں۔ اخلاقی اور روحانی معیار شادی میں دیرپا سکون اور برکت کی ضمانت دیتا ہے۔

3. **مشرکوں کی دعوت کا تنبیہ:**

آیت میں مشرک لوگوں کی خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ وہ انسانوں کو آگ کی طرف بلاتے ہیں، یعنی گمراہی اور برائی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ مشرک کے ساتھ ازدواجی تعلق میں صرف دنیاوی فائدہ نہیں بلکہ روحانی نقصان بھی شامل ہو سکتا ہے۔

4. **اللہ کی طرف دعوت اور مغفرت:**

اللہ اپنے بندوں کو جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس آیت کا مقصد انسانوں کو نصیحت دینا اور رہنمائی فراہم کرنا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اہم فیصلوں میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھیں۔

5. **آیات کا مقصد نصیحت اور تعلیم دینا ہے:**

اللہ اپنی آیات کے ذریعے لوگوں کے لیے رہنمائی اور عبرت فراہم کرتا ہے تاکہ لوگ درست راستہ اختیار کریں۔ یہاں نکاح کے معاملے میں انسان کو دنیاوی خواہشات کے بجائے دینی اور اخلاقی معیار دیکھنے کی نصیحت دی گئی ہے۔

2۔مہر (حق مہر)

. **مہر کی تعریف:** مہر وہ مالی حق ہے جو شوہر اپنی بیوی کو شادی کے وقت دیتا ہے۔ یہ عورت کا واجب حق ہے اور شادی کی قبولیت اور برکت کے لیے ضروری ہے۔ یہ معاشرتی عدل اور عورت کی مالی حفاظت کی ضمانت ہے۔ مہر کی مقدار پہلے سے طے کی جاسکتی ہے۔ شریعت کے مطابق معروف طریقہ سے ادا کرنا لازم ہے۔

Studyofficial

آیت ا جُناحَ عَلَيكُم إِن طَلَّقتُمُ النِّساءَ ما لَم تَمَسّوهُنَّ أَو تَفرِضوا لَهُنَّ فَريضَةً ۚ وَمَتِّعوهُنَّ عَلَى الموسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى المُقتِرِ قَدَرُهُ مَتٰعًا بِالمَعروفِ ۖ حَقًّا عَلَى المُحسِنينَ ﴿٢٣٦﴾

ترجمہ:"اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو۔ خوشحال اپنے انداز سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے۔ بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے۔"

آیت 237" وَإِن طَلَّقتُموهُنَّ مِن قَبلِ أَن تَمَسّوهُنَّ وَقَد فَرَضتُم لَهُنَّ فَريضَةً فَنِصفُ ما فَرَضتُم إِلّا أَن يَعفونَ أَو يَعفُوَا۟ الَّذى بِيَدِهِ عُقدَةُ النِّكاحِ ۚ وَأَن تَعفوا أَقرَبُ لِلتَّقوىٰ ۚ وَلا تَنسَوُا الفَضلَ بَينَكُم ۚ إِنَّ اللَّهَ بِما تَعمَلونَ بَصيرٌ ﴿٢٣٧﴾

ترجمہ: اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو، یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

مہر کے متعلق دو بنیادی صورتیں (سورۃ البقرہ 236–237)

پہلی صورت: مہر مقرر نہیں ہوا، اور صحبت / خلوت بھی نہیں ہوئی۔ سورۃ البقرہ: آیت 236

حکم: عورت پر **کوئی مہر واجب نہیں۔**

البتہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کو رخصت کرتے وقت "**مَتَاعٌ**"—**ایک مناسب سا تحفہ** دے۔ یہ تحفہ عرف کے مطابق ہوتا ہے— عموماً کم از کم ایک جوڑا، یا کوئی مناسب رقم۔ یہ اللہ کی طرف سے نرمی اور حسنِ معاشرت کی تعلیم ہے۔

دوسری صورت: مہر مقرر تھا، اور صحبت / خلوت بھی نہیں ہوئی۔ سورۃ البقرہ: آیت 237

حکم: اگر ایسی حالت میں طلاق ہو جائے تو:

1. **آدھا مہر مرد پر واجب ہے۔**
2. عورت چاہے تو اپنا حق **معاف** کر سکتی ہے۔
3. شوہر چاہے تو پورا مہر **ادا** کر دے—یہ احسان اور تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

آیت کے آخر میں دونوں کو حکم ہے کہ: **اخلاقی بزرگی اور باہمی احسان کو فراموش نہ کریں۔**

مہر کے شرعی اصول

- مہر عورت کا یقینی اور لازم حق ہے۔
- شریعت کے مطابق مناسب اور معروف مہر ادا کرنا ضروری ہے۔
- طلاق رخصتی سے پہلے بھی ہو جائے تو مہر اپنی حالت کے مطابق واجب ہوتا ہے (آدھا یا متاع)۔
- مہر ادا نہ کرنا ظلم ہے اور قرآن نے اس ظلم کو روکنے کے لیے واضح حکم دیا ہے۔

مہر کے بنیادی مقاصد

- عورت کے مالی حقوق کا مضبوط تحفظ۔
- نکاح کے نظام میں عدل، ذمہ داری اور وقار قائم کرنا۔
- ازدواجی زندگی اور معاشرت میں استحکام اور برکت پیدا کرنا۔

3:۔ایلاء

Studybeesofficial

آیت 226-227 لِلَّذينَ يُؤلونَ مِن نِسائِهِم تَرَبُّصُ أَربَعَةِ أَشهُرٍ ۖ فَإِن فاءو فَإِنَّ اللَّهَ غَفورٌ رَحيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِن عَزَمُوا الطَّلٰقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَميعٌ عَليمٌ ﴿٢٢٧﴾

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں، ان کے لئے چار مہینے کی مدت ہے، پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا ہی قصد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے

تعریف" :ایلاء"لغت میں قسم (یمین) کو کہتے ہیں، جب کہ شریعت کی اصطلاح میں ایلاء سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کی قسم کھائے اور یوں کہے کہ اللہ کی قسم! میں چار ماہ تک تیرے قریب نہ جاؤں گا۔

- اب اس کی پہلی صورت میں یعنی اگر چار ماہ کی مدت کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالی، اب اگر شوہر نے ان چار ماہ کے اندر اپنی بیوی سے تعلق قائم کر لیا تو وہ قسم توڑنے والا ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو گا اور ایلاء ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا، البتہ کوئی طلاق واقع نہ ہو گی ۔
- اگر چار ماہ گزر گئے اور شوہر نے رجوع نہیں کیا تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

ایلاء کے مقاصد

1. **ازدواجی زندگی میں وقار قائم کرنا:**
   - ایلاء کی قسم کے ذریعے شوہر اور بیوی کے درمیان مناسب فاصلے اور احترام برقرار رہتا ہے۔
2. **اختلافات یا مشکلات کے دوران سوچنے کا وقت دینا:**
   - ایلاء مرد کو موقع دیتا ہے کہ وہ شادی یا تعلق کے بارے میں سوچے اور منطقی فیصلہ کرے۔
3. **بیوی کے حقوق کا تحفظ:**
   - ایلاء کے دوران عورت کے حقوق محفوظ رہتے ہیں، اور مرد اسے بغیر وجہ یا ظلم کے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔
4. **طلاق سے قبل ذہنی تیاری:**
   - اگر ایلاء کے بعد مرد طلاق دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو عورت کے مالی اور قانونی حقوق کا خیال رکھا جائے گا۔
5. **اخلاقی اور معاشرتی نظم قائم کرنا:**
   - ایلاء کے ذریعے ازدواجی زندگی میں نظم، اخلاقی حدود اور عدل کو یقینی بنایا جاتا ہے۔
6. **اللہ کی ہدایت اور صبر کی تعلیم:**
   - ایلاء کے دوران دونوں فریق اللہ کی رضا اور شریعت کے مطابق صبر اور برداشت سیکھتے ہیں۔

4۔ طلاق (Divorce)

آیت 228:وَالمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُروءٍ ۚ وَلا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكتُمنَ ما خَلَقَ اللَّهُ فى أَرحامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤمِنَّ بِاللَّهِ وَاليَومِ الـٔاخِرِ ۚ وَبُعولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فى ذٰلِكَ إِن أَرادوا إِصلٰحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذى عَلَيهِنَّ بِالمَعروفِ ۚ وَلِلرِّجالِ عَلَيهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزيزٌ حَكيمٌ ﴿٢٢٨﴾

ترجمہ ":اور مطلقہ عورتیں **تین قروء (یعنی تین حیض یا تین پاکیاں)** تک انتظار کریں۔ اور ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جسے اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہو، اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے شوہر عدّت کے اس دوران **رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں** اگر وہ صلح چاہتے ہوں۔ اور عورتوں کے لیے معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر ذمہ داریاں ہیں۔ اور مردوں کو ان پر ایک مرتبہ فضیلت حاصل ہے۔ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے

اہم نکات:

Studybeesoffical

- **عدّت کا مقررہ وقت:**

طلاق کے بعد عورت عدت رکھتی ہے۔ عدت کا مقصد حمل کی حالت اور شادی کے دوبارہ بندھن کی وضاحت ہے۔ مطلقہ عورتیں تین حیض یا تین ماہ (قرء) تک انتظار کریں، تاکہ حاملہ ہونے یا نہ ہونے کی تصدیق ہو سکے۔

- **رحم کی سچائی نہ چھپائی جائے:**

عورت پر لازم ہے کہ وہ عدّت کے دوران کوئی ایسی بات چھپائے جو اللہ نے اس کے رحم میں پیدا کی ہو، یعنی حاملہ ہونے کی صورت میں سچائی چھپانا جائز نہیں۔

- **رجوع کا حق شوہر کا:**

عدّت کے دوران شوہر کو رجوع (پہلے والے رشتہ میں واپس آنا) کرنے کا حق زیادہ ہے اگر دونوں صلح چاہتے ہوں۔ رجوع کا حق طلاق کی قسم کے مطابق ہے۔

- **مساوات اور ذمہ داریاں:**

عورتوں کے حقوق اور ذمہ داریاں معروف شریعت کے مطابق ہیں، مردوں کو عورتوں پر بعض معاملات میں فضیلت حاصل ہے، لیکن یہ بھی انصاف اور شریعت کے دائرے میں ہے۔

طلاق کی اقسام اور اہم احکام:

.طلاقِ رجعی:

شوہر پاکی کی حالت میں صرف **ایک** طلاق دے۔ عدت (3 ماہواری) کے اندر شوہر صرف زبان سے "میں نے رجوع کیا" کہہ کر بیوی کو واپس لا سکتا ہے۔ نیا نکاح ضروری نہیں۔ یہ سب سے عام اور شریعت میں ترجیح دی جانے والی طلاق ہے۔

2۔ طلاقِ بائن:

طلاقِ رجعی کی عدت گزر جائے، یا طلاقِ بائن کے مخصوص الفاظ استعمال کیے جائیں۔ عدت کے دوران یا بعد میں واپسی کے لیے **نئے نکاح اور نئے مہر** کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے "حلالہ" کی ضرورت نہیں ہوتی (بشرطیکہ یہ تیسری طلاق نہ ہو)۔

3۔ طلاق مغلّظہ (ثلاث طلاق):

شوہر اکٹھی یا الگ الگ **تین طلاقیں** دے دے۔ (مغلظہ (تین طلاق) کے بعد بیوی **مستقل** حرام نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس شوہر کے لیے اس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک وہ کسی اور جگہ نکاح نہ کرے اور وہاں سے (اتفاقیہ طور پر) طلاق یا شوہر کی وفات نہ ہو جائے)۔ اب نہ رجوع ہو سکتا ہے نہ نیا نکاح۔ اب صرف **حلالہ شرعی** کے بعد ہی دوبارہ نکاح ممکن ہے۔ (حلالہ "کو ایک باقاعدہ منصوبہ بندی یا "شرط" کے طور پر کرنا شرعاً سخت ناپسندیدہ اور کئی فقہا کے نزدیک ناجائز ہے۔) یہ طلاق سب سے سخت اور مستقل نوعیت کی ہے۔

4۔ طلاق کی بہترین قسم (طلاقِ احسن)

شریعت میں سب سے بہتر طریقہ **"طلاقِ احسن "** ہے، جس میں صرف **ایک طلاقِ رجعی** دی جاتی ہے اور پھر عدت گزرنے دی جاتی ہے۔ اس طرح عدت کے دوران رجوع کا راستہ بھی کھلا رہتا ہے اور اگر رجوع نہ ہو تو عدت کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے مگر مستقبل میں دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

5۔عدت : اسلام میں عدت کا تصور نکاح کے ختم ہونے (طلاق یا وفات) کے بعد عورت کے لیے ایک مخصوص مدت تک انتظار اور بعض پابندیوں کے ساتھ رہنے کو کہتے ہیں۔ اس کا مقصد عورت کی پاکدامنی کی حفاظت، حمل کی صورت میں بچے کی وراثت کی شناخت اور سماجی استحکام ہے۔ یہ مدت طلاق، خلع یا شوہر کی وفات کے بعد شروع ہوتی ہے

آیت 228:وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ-وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ-وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا-وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۪-وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ-وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

Studybesofficial

ترجمہ": اور مطلقہ عورتیں **تین قروء (یعنی تین حیض یا تین پاکیاں)** تک انتظار کریں۔ اور ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جسے اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہو، اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے شوہر عدّت کے اس دوران **رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں** اگر وہ صلح چاہتے ہوں۔ اور عورتوں کے لیے معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر ذمہ داریاں ہیں۔ اور مردوں کو ان پر ایک مرتبہ فضیلت حاصل ہے۔ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے

آیت 234: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنی عدت گزاریں، پھر جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے کریں۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

عدت کے دوران اہم پابندیاں اور حقوق:

1۔ طلاق یافتہ عورت کی عدت:

- تین حیض (یا تین قروء) کی مدت۔
- اگر عورت حاملہ ہو تو عدت بچے کی پیدائش تک ہوتی ہے (سورہ الطلاق:4)۔

2. بیوہ کی عدت:

- شوہر کے انتقال کے بعد چار مہینے اور دس دن۔
- اگر بیوہ حاملہ ہو تو عدت بچے کی پیدائش تک رہے گی۔

3. عدت کے دوران رجوع کا حق:

- رجعی طلاق کی صورت میں شوہر کو عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل ہے اگر وہ اصلاح چاہتے ہوں۔

4. حمل کو نہ چھپانا:

- عورت کو حکم ہے کہ اگر وہ حاملہ ہے تو اسے چھپائے نہیں کیونکہ عدت اور رجوع کا تعلق حمل سے ہے۔

5. عدت کا مقصد:

- نسب کی حفاظت (یہ واضح ہو جائے کہ عورت حاملہ ہے یا نہیں)۔
- تعلقات کے ٹوٹنے کے بعد صلح کا موقع فراہم کرنا۔
- عورت کو عزت و وقار کے ساتھ اگلی زندگی کے لیے تیاری کا وقت دینا۔

6. عدت میں نکاح یا اظہارِ نکاح کی ممانعت:

- عدت کے دوران نکاح کرنا یا نکاح کا باقاعدہ پیغام (Proposal) بھیجنا حرام ہے۔ نکاح کے واضح پیغام کی اجازت نہیں۔ (سورہ بقرہ:235)۔

7۔ رہائش: عورت کے لیے اسی گھر میں رہنا ضروری ہے جہاں وہ طلاق یا وفات کے وقت مقیم تھی (الّا یہ کہ کوئی شدید مجبوری ہو)۔

8۔ بناؤ سنگھار: وفات کی عدت (سوگ) میں خوشبو، زیورات اور شوخ رنگ کے کپڑوں سے پرہیز کا حکم ہے

9۔ نان و نفقہ: طلاقِ رجعی اور بائن کی عدت کے دوران رہائش اور کھانے پینے کی ذمہ داری شوہر پر ہوتی ہے (اگر حمل ہو تو وضعِ حمل تک)۔

حاصل کلام: سورہ بقرہ میں عدت کے احکام عدل، پاکیزگی اور خاندانی نظام کی حفاظت پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کے ذریعے عورت کے حقوق کا خیال رکھا، مرد کو اصلاح کا موقع دیا، اور معاشرے میں اخلاقی نظم قائم رکھنے کی بنیاد رکھی۔

Studybeesofficial

6۔رضاعت(Breastfeeding)

سورۃ البقرہ میں رضاعت (دودھ پلانے) کے احکام آیت نمبر 233 میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ آیت نکاح، طلاق اور عدت کے ضمن میں آتی ہے اور والدین کی ذمہ داریوں کو واضح کرتی ہے۔

آیتِ رضاعت (سورۃ البقرہ: 233) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔

ترجمہ: مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بالکل پوری کرنے کا ہو اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو ہر شخص اتنی ہی تکلیف دیا جاتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے یا باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر دونوں (یعنی ماں باپ) اپنی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم ان کو مطابق دستور کے جو دینا ہو وہ ان کے حوالے کر دو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔

اہم نکات اور احکامِ رضاعت:

1. **رضاعت کی مدت:**
   دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال (حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ) مقرر کی گئی ہے۔
   جو ماں چاہے، وہ مکمل دو سال دودھ پلا سکتی ہے۔
2. **والد کی ذمہ داری:**
   بچے کے باپ پر لازم ہے کہ وہ ماں کے لیے خوراک اور لباس کا خرچ معروف (رواج اور حیثیت کے مطابق) ادا کرے، چاہے ماں اس سے علیحدہ رہتی ہو (یعنی طلاق کے بعد بھی اگر بچہ دودھ پی رہا ہو)۔
3. **عدل اور نقصان سے بچاؤ:**
   نہ ماں کو بچے کی خاطر نقصان پہنچایا جائے (جیسے زبردستی دودھ پلوانا یا خرچ روکنا)،
   اور نہ باپ کو بچے کے بہانے نقصان پہنچایا جائے (جیسے غیر منصفانہ مطالبات)۔
4. **مشورے سے چھڑانا:**
   اگر والدین باہمی رضامندی اور مشورے سے بچے کو دو سال سے پہلے دودھ سے چھڑانا چاہیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔
5. **دوسری عورت سے دودھ پلوانا:**
   اگر ماں کسی وجہ سے دودھ نہ پلا سکے، تو والدین کسی اور عورت سے دودھ پلوانے کا انتظام کر سکتے ہیں، بشرطیکہ اجرت معروف طریقے سے ادا کی جائے۔
6. **اللہ کا تقویٰ:**
   آیت کے آخر میں تاکید ہے کہ ان تمام معاملات میں اللہ کا خوف دل میں رکھو، کیونکہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیت نہ صرف ماں کے حق کی حفاظت کرتی ہے بلکہ بچے اور باپ کے حقوق و فرائض کو بھی متوازن انداز میں بیان کرتی ہے۔

Studybeesofficial

9۔ حرمت ربا/ربوٰ

سوال: سورۃ البقرہ کی آیات کی روشنی میں ربا (سود) کی حرمت، اس کے نقصانات، اور اس کے مقابلے میں اسلام کے مالی و اخلاقی اصول بیان کیجیے۔

جواب: حرمتِ ربا (سود کی ممانعت) — سورۃ البقرہ آیات 275 تا 280

سود کی تعریف:

شرعی اصطلاح میں، ربا وہ زائد رقم ہے جو قرض دہندہ قرض لینے والے سے مقررہ مدت کے بعد وصول کرتا ہے۔ حرمتِ ربوا کا مطلب یہ ہے کہ سود (ربا) اسلام میں حرام ہے۔ سود کا مطلب ہے قرض پر اضافی رقم جو پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔ سود لینے اور دینے دونوں کو سختی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ کمزور طبقات کا استحصال کرتا ہے، دولت کو چند ہاتھوں میں جمع کرتا ہے اور معاشی ظلم کا سبب بنتا ہے۔

ربا کی حرمت کا اعلان:

الَّذينَ يَأكُلونَ الرِّبوٰا لا يَقومونَ إِلّا كَما يَقومُ الَّذى يَتَخَبَّطُهُ الشَّيطٰنُ مِنَ المَسِّ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُم قالوا إِنَّمَا البَيعُ مِثلُ الرِّبوٰا ۘ وَأَحَلَّ اللَّهُ البَيعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰا ۚ فَمَن جاءَهُ مَوعِظَةٌ مِن رَبِّهِ فَانتَهىٰ فَلَهُ ما سَلَفَ وَأَمرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَن عادَ فَأُولٰئِكَ أَصحٰبُ النّارِ ۖ هُم فيها خٰلِدونَ ﴿٢٧٥﴾

سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور جو پھر دوبارہ ﴿حرام کی طرف﴾ لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے

تشریح و احکام:

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو زمانۂ جاہلیت میں سودی لین دین کرتے تھے اور جب اسلام آیا تو کہنے لگے کہ بیع (تجارت) اور سود ایک ہی چیز ہے۔

- سود کھانے والوں کی قیامت کے دن حالت پاگل شخص جیسی ہو گی۔
- اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔
- تجارت اور سود میں فرق واضح کیا گیا:

تجارت میں نفع جائز محنت سے حاصل ہوتا ہے جبکہ سود میں نفع ظلم کے ذریعے۔

- پہلی بار سود کی حرمت کو **واضح اور قطعی انداز** میں بیان کیا گیا۔
- جو شخص حرمت سن کر باز آجائے، اس کے لیے ماضی کے گناہ معاف ہیں۔ توبہ کرنے والے کے لیے نجات کی امید ہے

سود اور صدقہ کا فرق

يَمحَقُ اللَّهُ الرِّبوٰا وَيُربِى الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللَّهُ لا يُحِبُّ كُلَّ كَفّارٍ أَثيمٍ ﴿٢٧٦﴾

ترجمہ: اللہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح: یہ آیت سود کی بے برکتی اور صدقہ کی برکت کو ظاہر کرنے کے لیے نازل ہوئی۔ سود سے حاصل ہونے والا مال بظاہر بڑھتا دکھائی دیتا ہے مگر دراصل اس میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ صدقہ دینے سے ظاہری طور پر مال کم ہوتا ہے مگر اللہ اس میں کئی گنا اضافہ اور برکت عطا کرتا ہے۔

ایمان و زکوٰۃ کی برکت

إِنَّ الَّذينَ ءامَنوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَقامُوا الصَّلوٰةَ وَءاتَوُا الزَّكوٰةَ لَهُم أَجرُهُم عِندَ رَبِّهِم وَلا خَوفٌ عَلَيهِم وَلا هُم يَحزَنونَ ﴿٢٧٧﴾

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے، نیک عمل کیے، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور انہیں نہ کوئی خوف ہو گا نہ غم۔"

تشریح: ایمان دار اور نیک عمل کرنے والے افراد کے اچھے انجام کو بیان کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ قرآن نے بتایا کہ نجات ایمان، نیک عمل، نماز اور زکوٰۃ میں ہے۔ یہ صفات سود کے برعکس ہیں کیونکہ سود خود غرضی اور ظلم کا باعث بنتا ہے، جبکہ زکوٰۃ نظامِ معیشت کو عدل اور توازن پر قائم رکھتی ہے۔

سود چھوڑنے کا حکم اور سخت وعید

Studybeesofficial

أَيُّهَا الَّذينَ ءامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَروا ما بَقِىَ مِنَ الرِّبوٰا۟ إِن كُنتُم مُؤمِنينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَم تَفعَلوا فَأذَنوا بِحَربٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسولِهِ ۖ وَإِن تُبتُم فَلَكُم رُءوسُ أَموٰلِكُم لا تَظلِمونَ وَلا تُظلَمونَ ﴿٢٧٩﴾

ترجمہ": اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے"۔

یہ آیت ان لوگوں کے لیے نازل ہوئی جو اسلام لانے کے بعد بھی پرانے سودی معاملات کو ختم نہیں کر رہے تھے۔

- **ایمان کا تقاضا:**

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو براہِ راست مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم واقعی ایمان والے ہو تو سود کو چھوڑ دو۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ سود پر قائم رہنا ایمان کے منافی عمل ہے۔

- **اللہ سے ڈرنے کا مطلب:**

تقویٰ یعنی اللہ کا خوف انسان کو ہر ایسے عمل سے روکتا ہے جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہو، اور سود ان کبائر (بڑے گناہوں) میں سے ہے جن پر اللہ نے اپنی ناراضی اور عذاب کا اعلان فرمایا۔

- **سود کی قطعی حرمت:**

اس آیت میں سود کے باقی معاملات ختم کرنے کا حکم دیا گیا۔ یعنی اسلام نے نہ صرف سودی کاروبار کو ناجائز قرار دیا بلکہ اس سے حاصل شدہ بقایا منافع کو بھی چھوڑنے کا حکم دیا۔

- **اعلانِ جنگ:**

قرآن کا یہ انداز بہت سخت ہے — "اللہ اور رسول سے جنگ" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سودی نظام یا سودی لین دین پر قائم رہتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف کھلی بغاوت کر رہا ہے۔

- **عدل و انصاف کا اصول:**

اگر کوئی توبہ کر لے تو اسے اپنے اصل سرمایہ (Principal Amount) لینے کی اجازت ہے، لیکن اس پر کوئی اضافہ لینا یا دینا ظلم شمار ہو گا۔ یوں اسلام نے مالی معاملات میں عدل اور توازن کو قائم رکھا ہے۔

- **سود ظلم ہے:**

سود کا لینا دینا دراصل ظلم کی ایک شکل ہے، کیونکہ یہ کمزور کو دبانے اور محنت کے بغیر منافع حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

- **سود چھوڑنا ایمان کی علامت ہے:**

جو شخص اللہ کی رضا کو دنیاوی فائدے پر ترجیح دے، وہی حقیقی مومن ہے۔ سود چھوڑنا اسی ایمان کی عملی دلیل ہے۔

- **توبہ کا دروازہ کھلا ہے:**

اگر کوئی شخص سودی معاملات میں ملوث تھا اور اب توبہ کر لے، تو اسلام اسے مایوس نہیں کرتا۔ اصل سرمایہ واپس لینے کی اجازت دے کر توبہ کرنے والوں کو اصلاح کا موقع دیا گیا ہے۔

رحم و نرمی کی ہدایت

وَإِن كانَ ذو عُسرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلىٰ مَيسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقوا خَيرٌ لَكُم ۖ إِن كُنتُم تَعلَمونَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقوا يَومًا تُرجَعونَ فيهِ إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفّىٰ كُلُّ نَفسٍ ما كَسَبَت وَهُم لا يُظلَمونَ ﴿٢٨١﴾

Studybeesofficial

ترجمہ:

"اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو، اور اگر تم اسے معاف کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔" اور اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔

تشریح:

1. **تنگدست سے نرمی کا حکم:**

یعنی اگر مقروض (قرض لینے والا) تنگدست ہے، تو اس کو مہلت دی جائے تا کہ جب وہ آسودہ حال ہو تو ادا کرے۔

اس میں رحم دلی، سماجی انصاف، اور بھائی چارے کی تعلیم ہے۔

2. **صدقہ کرنے کی فضیلت:**

یعنی اگر تم قرض معاف کر دو (صدقہ کر دو) تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معافی اور خیر خواہی اللہ کے نزدیک بہت محبوب عمل ہے۔

3. **دنیاوی نفع سے بڑھ کر اخروی فائدہ:**

قرآن بتاتا ہے کہ تھوڑی دنیاوی قربانی دراصل اخروی نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔

معاف کرنا محض مالی احسان نہیں، بلکہ روحانی بلندی کا سبب ہے۔

4. **یومِ آخرت کی یاد دہانی:**

اللہ سے ڈرو، اس دن سے جب تم سب اس کے حضور واپس لوٹائے جاؤ گے۔

یہ آخرت میں جواب دہی کی واضح تنبیہ ہے۔

5. **عدل و انصاف کا وعدہ:**

ہر جان کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور کسی پر ظلم نہیں ہو گا۔

یعنی اللہ کا نظام انصاف کامل اور بے عیب ہے۔

خلاصہ: یہ آیات اسلامی معاشرت کے اخلاقی، مالی، اور انسانی پہلوؤں کا خوبصورت امتزاج پیش کرتی ہیں — جہاں دل میں رحم، عمل میں نرمی، اور سوچ میں آخرت کا شعور بیدار کیا جاتا ہے۔

10۔ انفاق فی سبیل اللہ

سوال : قرآن اور حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ انفاق کے ذریعے مومن کو کس طرح دنیا و آخرت میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ انفاق کے آداب اور معیار کو قرآن کے حوالے سے تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم "انفاق" عربی لفظ "نفق" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں "نکالنا" یا "خرچ کر کے ختم کرنا"۔ 'فی سبیل اللہ' کا مطلب ہے "اللہ کی راہ میں"۔

یعنی **انفاق فی سبیل اللہ** سے مراد وہ خرچ ہے جو خالصتاً اللہ کی رضا، اس کے دین کی سربلندی، اور مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لیے کیا جائے۔

یہ خرچ صرف مال تک محدود نہیں بلکہ انسان کا وقت، علم، صلاحیت اور قوت بھی اگر اللہ کی رضا کے لیے استعمال ہوں تو وہ بھی انفاق میں شامل ہیں۔

Studybeesofficial

سورۃ البقرہ میں **انفاق فی سبیل اللہ** کے مقابلے میں **سود (ربا)** کو سامنے لایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انفاق اور سود کو ایک دوسرے کے **متضاد عمل** کے طور پر بیان کیا ہے۔ انفاق وہ نیک عمل ہے جس میں انسان **اللہ کی خوشنودی کے لیے مال خرچ کرتا ہے**، جبکہ سود وہ گناہ ہے جس میں انسان **دوسروں کا مال ناحق طریقے سے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے**

سورۃ البقرہ میں انفاق کی تعلیم

سورۃ البقرہ میں انفاق فی سبیل اللہ کے کئی پہلوؤں کو نہایت حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ سمجھایا کہ مال اللہ کی امانت ہے اور اسے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں استعمال کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔

انفاق کرنے والوں کی مثال (آیت 261)

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جو سات بالیں اگاتا ہے، اور ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں۔ اللہ جس کے لیے چاہے بڑھا دیتا ہے، اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اس بات کو سمجھانے کے لیے دی ہے کہ **اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال کبھی ضائع نہیں ہوتا۔**
جس طرح ایک چھوٹا سا بیج جب زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ بڑھ کر کئی گنا زیادہ پیداوار دیتا ہے، اسی طرح **صدقہ، خیرات اور انفاق** کا عمل بھی اللہ کے ہاں **کئی گنا اجر و ثواب** میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

"**وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ**" اس جملے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ چاہے تو اس اجر کو **سات سو گنا سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے۔**
یعنی انفاق کا اجر **اللہ کی رحمت اور نیت کی خلوصیت** پر منحصر ہے۔
اگر نیت خالص ہو، مال پاک ہو، اور مقصد اللہ کی رضا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے **لامحدود اجر** عطا فرماتا ہے۔
"**وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ**" یعنی اللہ تعالیٰ **وسعت والا** ہے، اس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے، اور وہ **خوب جانتا ہے** کہ کون کس نیت سے خرچ کر رہا ہے۔
اس آیت میں ایمان والوں کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ **انفاق نقصان نہیں بلکہ بڑھوتری کا ذریعہ ہے**، اور دنیا و آخرت دونوں میں اس کا ثمر حاصل ہوتا ہے۔

اخلاص اور احسان نہ جتانا (آیت 262)

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى...

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر احسان نہیں جتاتے اور نہ اذیت دیتے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے، اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ غم۔

تشریح: یہ آیت انفاق کے اخلاقی پہلو کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم مال دو لیکن بعد میں احسان جتاؤ یا دل دکھاؤ، تو تمہاری نیکی برباد ہو جائے گی۔
سچا مومن وہ ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لیے دیتا ہے، نہ شہرت کے لیے اور نہ بدلے میں کسی تعریف کے لیے۔

پاکیزہ مال سے انفاق (آیت 267)

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنوا أَنفِقوا مِن طَيِّبٰتِ ما كَسَبتُم وَمِمّا أَخرَجنا لَكُم مِنَ الأَرضِ ۖ وَلا تَيَمَّمُوا الخَبيثَ مِنهُ تُنفِقونَ وَلَستُم بِـٔاخِذيهِ إِلّا أَن تُغمِضوا فيهِ ۚ وَاعلَموا أَنَّ اللَّهَ غَنِىٌّ حَميدٌ ﴿٢٦٧﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو، ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے"۔

Studybeesofficial

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں معیارِ انفاق سکھایا ہے۔ جو چیز تم خود پسند نہ کرو، وہ اللہ کے لیے مت دو۔ اللہ کے راستے میں خرچ ہمیشہ **بہترین، حلال، اور پسندیدہ مال** سے ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ طیب (پاک) ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ اسلام میں عمل کی بنیاد نیت پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"جس نے ایک کھجور کے برابر بھی خالص نیت سے حلال مال اللہ کی راہ میں دیا، اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے اور اسے پہاڑ کے برابر بڑھا دیتا ہے۔"** (صحیح بخاری)

انفاق کے اثرات و فوائد

1. **مال میں برکت:** جو اللہ کی راہ میں دیتا ہے، اللہ اس کے مال میں اضافہ اور برکت پیدا کرتا ہے۔
2. **دل کی پاکیزگی:** انفاق انسان کے دل سے بخل، حرص اور خود غرضی کو ختم کرتا ہے۔
3. **اخروی کامیابی:** جو شخص خلوصِ دل سے خرچ کرتا ہے، اللہ اسے دنیا و آخرت میں عزت عطا کرتا ہے۔

انفاق کا مقصد

انفاق کا مقصد صرف دوسروں کی مدد نہیں بلکہ **اپنے نفس کی تربیت** اور **اللہ پر بھروسہ** پیدا کرنا ہے۔ جب بندہ اللہ کی رضا کے لیے دیتا ہے تو اس کے دل سے دنیا کی محبت کم اور اللہ کی محبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہی ایمان کی اصل روح ہے۔

حاصل کلام:

انفاق فی سبیل اللہ دراصل ایمان کا عملی مظہر ہے۔ یہ انسان کو خود غرضی سے نکال کر خدمتِ خلق اور قربِ الٰہی کی راہ پر گامزن کرتا ہے سورۃ البقرہ کی یہ آیات ہمیں سکھاتی ہیں کہ خرچ خالص نیت سے، اچھے مال سے، اور احسان کے بغیر ہونا چاہیے۔

جو بندہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، وہ دراصل اپنا مال نہیں دیتا بلکہ اپنی **روح کی پاکیزگی** اور **آخرت کی کامیابی** خریدتا ہے۔

11۔ احکام قرض۔ بحوالہ آیت الدین

سوال: سورۃ البقرہ کی آیت الدین (282) میں قرض کے کن اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: آیتِ الدَّین کا تعارف: سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 282 قرآنِ مجید کی سب سے طویل آیت ہے، جسے "آیۃُ الدَّین" کہا جاتا ہے۔ اس میں مالی معاملات، قرض کے لین دین، تحریری ثبوت، گواہی اور امانت کے اصول تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ آیت اسلامی معیشت کی بنیاد ہے، جو انصاف، شفافیت اور دیانت داری پر قائم ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 282 (آیتِ دَین) اور 283، مالی معاملات اور قرض کے لین دین کے بارے میں اسلام کے سب سے تفصیلی اور اہم قانونی ضابطے پیش کرتی ہیں۔ ان دونوں کے مجموعی اصول درج ذیل ہیں:

آیت کا ترجمہ:

"اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک مقرر مدت تک کے لیے قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے۔ لکھنے والا انکار نہ کرے کہ جس طرح اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے، اسی طرح لکھ دے۔ اور وہ شخص جس پر قرض ہے، وہ املا کروائے، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ اگر قرض دار کم عقل ہو، یا کمزور ہو، یا خود لکھوانے کی قدرت نہ رکھتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مرد گواہ بنالو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہ پسند کرو، تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ اور گواہوں کو جب بلایا جائے تو انکار نہ کریں۔ اور لکھنے والے اور گواہوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لیے گناہ ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔" اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو، ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے"

سورہ بقرہ کی آیات 282 اور 283 کے جامع احکامات اور اصول:

Studybeesofficial

1۔ تحریر و کتابت (Writing the Contract)

اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم یہ ہے کہ جب بھی کوئی ادھار کا معاملہ ایک میعادِ مقررہ کے لیے کیا جائے، تو اسے لازمی طور پر لکھ لیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ

ترجمہ: " مومنو! جب تم ایک دوسرے سے ایک میعادِ مقررہ کے لیے ادھار کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔"

- **حکمت:** یہ اصول بھول چوک، غلط فہمی اور بعد میں ہونے والے جھگڑوں کے سدِباب کے لیے ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ تحریر موجود ہونے سے فریقین کے درمیان بدگمانی پیدا نہیں ہوتی۔

2۔ کاتب (Writer) کی ذمہ داری اور انصاف

لکھنے والا کوئی تیسرا شخص ہونا چاہیے جو غیر جانبدار ہو۔ کاتب کو چاہیے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھے اور اللہ کے دیے ہوئے علم کے مطابق لکھنے سے انکار نہ کرے۔ اسے چاہیے کہ بالکل وہی لکھے جو فریقین کے درمیان طے پایا ہے۔

3۔ املاء (Dictation) کون کروائے؟

آیت کے مطابق، جس شخص پر حق (قرض) آ رہا ہے (یعنی **قرض لینے والا**)، وہ عبارت لکھوائے۔

وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ ... **ترجمہ** " :اور جس کے ذمے حق (یعنی قرض) ہو وہی لکھوائے۔"

- **وجہ:** جب مقروض خود اقرار کر کے لکھوائے گا تو یہ اس کے خلاف ایک مضبوط سند (Proof) ہو گی۔ اللہ نے تاکید فرمائی کہ مقروض اللہ سے ڈرے اور رقم میں کوئی کمی نہ کرے۔

4۔ کمزور فریق کی صورت میں سرپرست

اگر قرض لینے والا نادان، ضعیف یا بولنے کی طاقت نہیں رکھتا (جیسے بچہ، پاگل یا گونگا)، تو اس کا سرپرست (ولی) انصاف کے ساتھ املاء کروائے۔ یہ اس لیے تاکہ کمزور فریق کا استحصال نہ ہو۔

5۔ گواہی کا نصاب (The Witnesses)

مالی معاملے کی توثیق کے لیے گواہ بنانا لازمی قرار دیا گیا۔

- **اصول:** دو مرد گواہ ہونے چاہئیں۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو **ایک مرد اور دو عورتیں**۔
- **عورتوں کی تعداد کی حکمت:** قرآن نے خود وجہ بیان کی" :تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔" یہ اس لیے تاکہ گواہی میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔ گواہ ایسے ہوں جن کے دین اور دیانت پر تمہیں اطمینان ہو، اور جب انہیں بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

6۔ چھوٹے بڑے ہر معاملے کی اہمیت

انسان سستی کی وجہ سے سوچتا ہے کہ چھوٹی رقم ہے، کیا لکھنا؟ قرآن نے اس سے منع فرمایا:

وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ... **ترجمہ** " :اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی میعاد تک لکھنے میں سستی نہ کرنا۔"

- **فائدہ:** یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے، گواہی کو مضبوط کرنے والا ہے اور شک و شبہ سے بچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

7۔ نقد سودا اور کاتب و گواہ کا تحفظ

اگر معاملہ نقد (ہاتھوں ہاتھ) ہو رہا ہو، تو اسے نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن وہاں بھی گواہ بنا لینا بہتر ہے۔ اسلام نے گواہی دینے والے اور لکھنے والے کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے۔ انہیں کسی قسم کا نقصان (جسمانی یا مالی) نہیں پہنچایا جانا چاہیے، اور نہ ہی ان پر دباؤ ڈالا جانا چاہیے۔

8۔ رہن (گروی) کے اصول (آیت 283)

اگر تم سفر میں ہو اور (دستاویز لکھنے والا) کاتب نہ مل سکے تو (قرض کے بدلے) کوئی چیز گروی رکھ کر قبضے میں کر لی جائے۔

Studybeesofficial

- **قبضے کی شرط :(Possession)** آیت میں لفظ "مَّقْبُوضَةٌ "(قبضہ کی ہوئی) استعمال ہوا ہے۔ اس سے یہ اصول ملتا ہے کہ رہن کا معاملہ تب مکمل ہوتا ہے جب وہ چیز قرض دینے والے کے قبضے میں دے دی جائے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ آیت میں سفر کا ذکر ہے، لیکن مقیم ہونے کی صورت میں بھی اگر کاتب نہ ملے، تو گروی رکھنا جائز ہے۔

9۔ امانت اور ادائیگی (Trust and Honesty)

اگر فریقین ایک دوسرے پر پورا بھروسہ کرتے ہوں کہ گروی رکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے امانت داری کی تاکید فرمائی ہے: "جس پر بھروسہ کیا گیا ہے (یعنی مقروض) اسے چاہیے کہ اپنی امانت (یعنی قرض) ادا کرے اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے۔" یہاں قرض کو **"امانت "** کہہ کر اس کی اہمیت بڑھا دی گئی ہے۔

10۔ گواہی چھپانے کی ممانعت

آیت کے آخر میں گواہی چھپانے کو سنگین گناہ قرار دیا گیا ہے: "اور گواہی کو نہ چھپانا، اور جو اسے چھپائے گا وہ دل کا گناہگار ہو گا"۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ دل کا گناہگار کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک سنگین باطنی جرم ہے، کیونکہ گواہی چھپانے سے حقدار کا حق مارا جاتا ہے۔

خلاصۂ مفسرین : تفسیر ابن کثیر میں ان آیات کے تحت یہ واضح کیا گیا ہے کہ رہن رکھی ہوئی چیز سے قرض دینے والا نفع نہیں اٹھا سکتا (مثلاً گروی مکان کا کرایہ لینا)، کیونکہ یہ سود کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ تمام اصول اس لیے وضع کیے گئے ہیں تاکہ معاشرے میں مالی شفافیت قائم ہو اور مسلمانوں کے آپس کے تعلقات محفوظ رہیں۔

آیات 282 اور 283 (آیتِ دَین اور آیتِ رہن) کے بنیادی فوائد و مقاصد

نزاع اور جھگڑوں کا خاتمہ : ان آیات کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مالی معاملات کو تحریر اور گواہی کے ذریعے اتنا صاف کر دیا جائے کہ مستقبل میں کسی قسم کی بدگمانی، انکار یا قانونی لڑائی جھگڑے کی گنجائش نہ رہے۔

مالی شفافیت :(Transparency) تحریر اور گواہوں کے نصاب (دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں) کے ذریعے لین دین میں شفافیت پیدا کرنا، تاکہ معاشرے میں دھوکہ دہی کا راستہ بند ہو سکے۔

حقوق کا تحفظ :کاتب اور گواہ کو نقصان پہنچانے سے روک کر ان لوگوں کو تحفظ فراہم کرنا جو عدل کے قیام میں مدد دیتے ہیں۔ اس سے حق گوئی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

کمزور طبقات کی رعایت :نادان، یتیم یا بولنے سے معذور افراد کے لیے "سرپرست "(ولی) کا اصول مقرر کر کے ان کے مالی حقوق کو ضائع ہونے سے بچانا۔

یاددہانی اور ثبوت :انسانی فطرت ہے کہ وہ بھول جاتا ہے۔ تحریر کا مقصد بھول چوک کی صورت میں ایک ٹھوس دستاویزی ثبوت (Documentary Evidence) فراہم کرنا ہے تاکہ کوئی اپنا حق نہ کھوئے۔

معاشی گردش کا تحفظ (رہن) :سفر یا کاتب کی عدم موجودگی میں "رہن "(گروی) کا اصول اس لیے دیا گیا تاکہ قرض دینے والے کا اطمینان رہے اور معاشی لین دین کا عمل رکنے نہ پائے۔

اخلاقی تربیت اور تقویٰ :ان آیات کا ایک بڑا مقصد انسان کے اندر اللہ کا ڈر پیدا کرنا ہے، اسی لیے بار بار "اللہ سے ڈرو" اور "گواہی نہ چھپاؤ" جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تاکہ انسان قانون سے زیادہ اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس کرے۔

امانت داری کا فروغ : بھروسے کی صورت میں بغیر لکھے یا بغیر گروی کے قرض کی واپسی کی تاکید کر کے معاشرے میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور باہمی اعتماد کو فروغ دینا۔

حاصل کلام :ان آیات کا مقصد ایک ایسا معاشرہ بنانا ہے جہاں مالی معاملات "زبان "کے بجائے "دستاویز "پر ہوں، اور جہاں ہر فریق اللہ کے ڈر سے دوسرے کا حق ادا کرنے والا ہو۔

نوٹ :جواب میں شامل آیات صرف یاددہانی کے لیے درج کی گئی ہیں تاکہ آپ موضوع کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اس کی روشنی میں امتحانی سوالات تیار کر سکیں۔ ان آیات کو عموماً یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ براہ کرم صرف ترجمے اور تشریح پر توجہ دیں۔